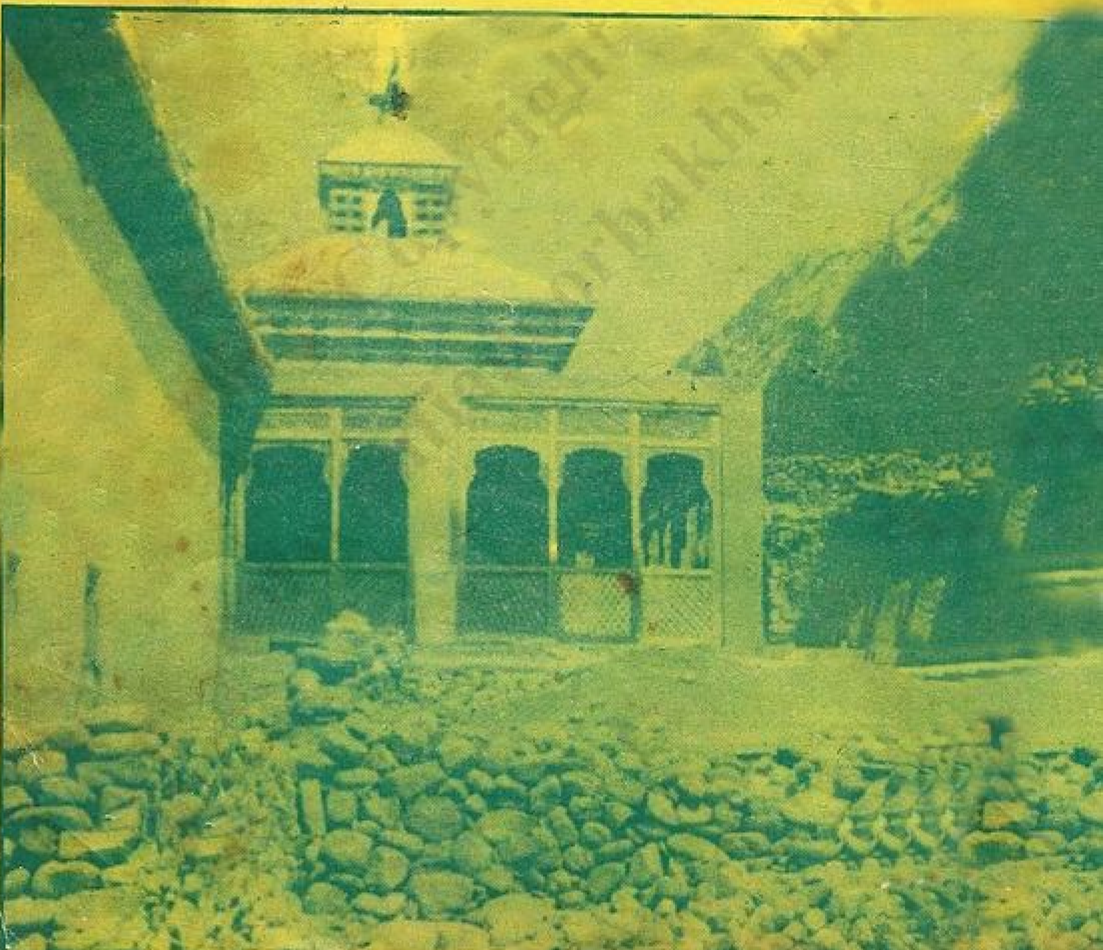
احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۲۱ — قیمت دس روپے — جولائی ۱۹۹۶ء



احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم — اسلام آباد

مضامین خطوط اور خبروں کے مندرجات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

مدیر و ناشر:

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:

رنگو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

بدل اشتراک زر سالانہ

پاکستان	120/-	روپے سالانہ
کویت	600/-	روپے سالانہ
متحدہ عرب امارات	600/-	روپے سالانہ
انڈیا	400/-	روپے سالانہ
یورپ	600/-	روپے سالانہ

خط و کتابت کا پتہ:

زونل آفس "نوائے صوفیہ"
دکان نمبر 2، PD-17،
سید پور روڈ، پنڈورہ،
راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور رجسٹری بھیجنے کا پتہ:

فلیٹ نمبر 7، بلاک نمبر 14،
کینگری IV، آئی ایٹ ون،
اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

سرورق کی تصویر

مسجد حضرت امیر گلشن کبیر بلتستان

تعمیر کردہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی

پرنٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 ۔ 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A-358 ، سیکٹر G-6/1-1 ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

نیرنگیِ علم

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن مجید کی سورۃ الکہف میں حضرت موسیٰ کے اس سفر علم کی کہانی بیان ہوئی ہے جو انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں طے کیا تھا۔ جب یہ دونوں حضرات سفر کی ابتدا کر رہے تھے تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک چڑیا دکھائی جو دریا سے پانی پی رہی تھی اور کہا کہ میرا، تمہارا بلکہ ساری مخلوقات کا علم اللہ کے علم میں سے اتنا ہے جتنا دریا کے پانی میں سے وہ قطرہ جو چڑیا کے منہ کو لگ گیا ہے (یہ بھی محض تفہیم کے لئے تھا ورنہ متناہی کو غیر متناہی قطرہ اور دریا کی نسبت بھی نہیں)

آگے چل کر اس سفر علم کا حال خود خالق کائنات رب ذوالجلال کی زبانی سنئے ارشاد فرماتے ہیں۔

فوجدا عبدا من عبادنا اتینہ رحمۃ من عندنا وعلمنہ من لدنا علما ط۔۔۔۔۔۔ الخ

ترجمہ۔ اور انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔

موسیٰ نے اس سے کہا "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے" اس نے جواب دیا "آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آخر آپ اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں" موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔" اس نے کہا "اچھا اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اس کا آپ سے ذکر نہ کروں۔"

اب وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب وہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو اس شخص (خضر) نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ موسیٰ نے کہا "آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟" یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی۔" اس نے کہا "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟" موسیٰ نے کہا "بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے۔ میرے معاملے میں آپ ذرا سختی سے کام نہ لیں۔"

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اس شخص نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا "آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی۔ حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا۔ یہ کام تو آپ نے بہت ہی برا کیا۔" اس (خضر) نے کہا "میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟" موسیٰ نے کہا "اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ لیجئے، تو میری طرف سے آپ کو عذر مل گیا۔"

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ مگر انہوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ وہاں انہوں نے دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اس شخص (خضر) نے اس دیوار کو پھر قائم کر دیا۔ موسیٰ نے کہا "اگر آپ چاہتے تو قائم کر دیا۔ موسیٰ نے کہا "اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت لے سکتے تھے۔" اس (خضر) نے کہا "بس میرا تمہارا ساتھ ختم ہوا۔ اب میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کروں، کیونکہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ رہا وہ لڑکا تو اس کے والدین مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا، اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو

اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں۔اس لئے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے، میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے۔یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔" (الکھف آیت نمبر ۶۵ تا ۸۲)

موسیٰؑ اور خضرؑ کے علوم کی حقیقت

ممکن ہے کہ جو علم خضرؑ کو عطا ہوا تھا جو علم جزئیات کونیہ کا تھا اور وہ علم جس سے حق تعالیٰ نے موسیٰ علیٰ نبینا کو حصہ وافر عطا فرمایا تھا وہ اسرار تشریع کا علم تھا۔

حضرت موسیٰ قوم بنی اسرائیل میں سے اولوالعزم پیغمبر تھے جہاں تک حضرت خضرؑ کا تعلق ہے ان کو رسول مانا جائے، یا نبی یا محض ولی کے درجہ میں رکھا جائے اس کا فیصلہ مشکل ہے تاہم جمہور علما کا عقیدہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔

یک قطرہ از بحر علم

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ موسیٰ اور خضرؑ کا کل علم مل کر علم کے بحر ذخار کے مقابل ایک قطرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے تھے۔یاد رکھئے یہاں ایک اولوالعزم نبی کے علم نبوت اور ایک نبی اور ولی کے علم ولایت کی بات ہو رہی ہے۔کسی عام آدمی کے ناقص علم کی بات نہیں ہو رہی۔

پس علم الٰہی ایک بحر ناپیدا کنار ہے اور اس کے مقابل تمام انسانی علوم کی حیثیت ایک قطرے کی سی ہے۔

اب اسی ایک قطرے کو ہی لیجئے۔ ارتقائے تاریخ و تہذیب کے ساتھ ساتھ علم انسانی کا دائرہ کار اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ یہ بذات خود ایک بحر بیکراں بن چکا ہے۔تاریخ ہو، لسانیات ہو، علوم عمرانی ہوں یا سائنسی علوم، ہر علم کی لاتعداد شاخیں معرض وجود میں آچکی ہیں اور ہر شاخ سے متعلق اتنا علمی مواد فراہم کیا جا چکا ہے کہ اگر کوئی شخص اس خاص شعبہ علم پر دستیاب ساری کتابوں کا مطالعہ کرنے بیٹھے تو اس کی تمام عمر گزر جائے لیکن یہ کام ختم نہ ہو۔

عدم علم علم عدم نہیں

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ایک کم علم شخص جس کو صرف ایک شعبہ علم کے بارے میں محض جزوی معلومات حاصل ہوتی ہیں اپنے علم کو کامل سمجھتا ہے۔نیز ایسا شخص ان تمام علوم و فنون کو یکسر مسترد کر دیتا ہے جن تک اسے ہنوز رسائی ہی حاصل نہیں ہوئی۔مثلاً ایک مذہبی ملا تمام سائنسی علوم اور حقائق کو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر یکسر جھٹلا دیتا ہے۔اسی طرح سائنس کا ایک طالبعلم دین اور روحانیت کے علوم کا یکسر منکر ہو جاتا ہے۔حقیقت حال یہ ہے کہ جس چیز کا آپ کو علم نہیں ہے، ضروری نہیں کہ اس کا وجود ہی ناممکن اور باطل ہو۔ہر ذی شعور انسان کو اس علم اور فن کے بارے میں رائے زنی سے گریز کرنا چاہئے جس میں سے اسے حصہ وافر عطا نہیں کیا گیا۔

علم انسانی کا سمندر اور دور حاضر کے چڑے

پس علم و دانش کے اس دور میں بھی ایسے حضرات موجود ہیں جن کی مثال موسیٰ اور خضرؑ کے قصے میں مذکور ہونے والے چڑے کی سی ہے یہاں فرق یہ ہے کہ یہ کم علم چڑے جس سمندر سے پانی کا ایک گھونٹ پی سکے ہیں وہ علم انسانی کا سمندر ہے جس کی اپنی حیثیت علم الٰہی کے لامتناہی سمندر کے آگے ایک قطرے سے بھی کہیں کم ہے۔

طالب علم اور صاحب علم

یہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس دنیا میں کوئی بھی انسان صاحب علم کہلانے کا مستحق نہیں ہے، البتہ صاحب عقل و شعور لوگ اپنے آپ کو ہمیشہ طالب علم ہی سمجھتے ہیں اور یہی ان کی انصاف پسندی کا ثبوت ہے۔جو آدمی اپنے آپ کو علم کل اور عقل کل سمجھنے لگے اور تحصیل علم کے سلسلے کو جاری رکھنا اپنے حق میں غیر ضروری سمجھے وہ محض جاہل ہے اور دولت علم میں سے وہ یا تو محض ایک قلیل حصہ پاتا ہے یا پھر کلی طور پر محروم رہ جاتا ہے۔

علم تصوف و طریقت

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ کم علم چڑے جو محض نام نہاد مذہبی عالم ہیں علم تصوف اور طریقت کی حقیقت کو بھی جھٹلانے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

یہی لوگ تھے جنہوں نے مقربین بارگاہ الٰہی کے حق میں

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر

قرآن مجید

مولوی عبدالمجید فاضل عربی، ایم اے، بی ایڈ

آیت نمبر ۷ ۔ صراط الذین انعمت علیھم غیرالمغضوب علیھم ولاالضالین کا ترجمہ اور تشریح

انعمت علیھم ۔ جن پر تو نے انعام کیا ۔

المغضوب ۔ جن پر غضب ہوا ۔

الضالین ۔ گمراہ لوگ

ترجمہ (دکھا) راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے ۔

گزشتہ آیت سے تعلق

آیت نمبر ۶ میں مطلقاً صراط مستقیم کی دعا مانگی گئی تھی اب اس آیت میں صراط المستقیم کی تخصیص کر دی کہ صراط المستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ انعام ہوا بندہ سوال کرتا ہے اے اللہ تیرا انعام کن پر ہوا تاکہ میں بھی ان کی راہ پر چل کر صراط مستقیم پر گامزن رہ سکوں ۔

اللہ رب العزت جواب دیتا ہے ۔ اولئک مع الذین انعم اللہ من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا ۔

جن پر اللہ کا انعام ہوا وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہترین ساتھی ہیں ۔ معلوم ہوا کہ ہدایت کے طلب گاروں کے لئے انہی چاروں کے دامن سے وابستہ ہونا پڑے گا اور انہی کے نقش قدم پر چل کر کامیابی کی منزل پر فائز ہوں گے ۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر وسیلہ کی تعلیم دی گئی ہے ۔

المغضوب سے اکثر مفسرین یہود مراد لیتے ہیں کیونکہ وہ بے عملی کی وجہ سے اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں کیونکہ وہ بے علم ہونے کی وجہ سے گمراہ ہوئے ۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ گمراہی اور غضب سے وہی گروہ بچ سکتا ہے ۔ جن کے پاس علم و عمل دونوں قسم کی دولت موجود ہو ۔ کیونکہ عمل بغیر علم کے گمراہی ہے اور علم بغیر عمل کے وبال ہے حضرت علی علیہ السلام نے اسی لئے ارشاد فرمایا : العلم مقرون بالعمل ۔ علم اور عمل لازم و ملزوم ہیں ۔ (نہج البلاغہ)

منصب رسالت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے ۔ ویعلمھم الکتاب نبی اکرمؐ اپنے اصحاب اخیار کو کتاب کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ گمراہی سے بچ سکیں ویزکیھم اور عمل کی بھٹی سے گزار کر انہیں پاک کرتے ہیں تاکہ غضب الٰہی سے بچ سکیں ۔

سورہ عصر میں یوں ارشاد ہوا ۔ بے شک انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ۔ یعنی علم الیقین اور عمل صالح انسان کی نجات اور گمراہی سے بچنے کے بہترین ذریعے ہیں ۔

صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں کہ یہود اپنی سرکشی ۔ قتل انبیاء اور تحریف کتب کے سبب اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے ہیں ۔

اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی شان میں زیادتی اور نبی اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کمی کرنے کے سبب گمراہ ہوئے ہیں ۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ افراط اور تفریط دونوں گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں ۔ جبکہ درمیانی راہ راہ مستقیم ہے ۔ فرمان نبویؐ ہے : باقی صفحہ نمبر ۷ پر

اسلامی تصوف اور بزرگان نوربخشیہ

مجاہد حسین کاوش کراچی

حضرت ایوب علیہ السلام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے بھیجے جانے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے ایک تھے۔ نہایت ہی حلیم الطبع نیک، صالح اور اعلیٰ درجے کے صابر تھے۔ ان کا وطن ملک شام تھا۔ افرائیم بن یوسف علیہ السلام کی بیٹی سے شادی ہوئی تھی۔ ان کا معمول تھا کہ روزانہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے بغیر وہ خود بھی کھانا نہ کھاتے تھے۔ اور اسی طرح سے وہ جب بھی نیا کپڑا استعمال کرنا چاہتے تھے تو وہ پہلے دس مسکینوں کو کپڑا پہناتے پھر خود پہنتے تھے۔ کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہونے سے قبل وہ صرف نبی بنائے گئے تھے۔ لیکن اس ابتلاء کے بعد وہ مرسل بنائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و فرزند عنایت کئے تھے۔ غرضیکہ وہ دنیاوی زندگی میں ہر طرح سے خوش تھے۔ اور وہ کثرت سے خداوند قدوس کی شب و روز عبادت و بندگی میں لگے رہتے تھے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ایوب نے بذات خود برائے آزمائش بلا و مصیبت اپنے اوپر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر لی تھی۔ تاکہ پریشانی کی حالت میں اور زیادہ اپنے رب کا شکر ادا کریں چنانچہ بلا و مصیبت سے ان کی آزمائش شروع ہوئی۔ اول نقصان مال و اسباب کا ہوا اور اس کے بعد فرزندوں کی جدائی ہوئی۔ اور پھر یکایک تمام آرام و آسائش کی چیزیں پاس سے جاتی رہیں۔ کیونکہ ان کی اولاد تو چھت کے تلے دب کے مر گئی۔ اور پھر اس کے بعد ان کے جو چالیس ہزار بھیڑ بکری ہاتھی گھوڑے اونٹ گائے بیل مویشی تھے وہ سب مر گئے۔ تمام اسباب و اثاثے گھر دروازے فرش و فروش چھت سب آگ ے جل گئے۔ غرض ' ن و فرزند مال و متاع گھر بار سب جاتا رہا۔ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ پھر ایک دن حالت نماز میں ہی ان کے جسم میں ایک پھپھولا پڑا اور پھر اس سے زخم پیدا ہو گیا اور یہاں تک کہ تمام بدن کا گوشت سڑ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے۔ اسی طرح سے چار برس تک صاحب فراش رہے۔ یہاں تک کہ آنکھوں میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ خویش و اقرباء اپنے بیگانے، محلے والے ان سے نفرت کرنے لگے۔ سب سے رشتہ چھوٹ گیا۔ چار بیویاں تھیں وہ بھی مطلقہ ہو گئیں صرف ایک بیوی جس کا نام رحیمہ تھا۔ وہ بہت نیک بخت تھیں۔ وہ ہر وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ آپ نے اس مرض میں تقریباً اٹھارہ سال گزرے۔ اور ان کی حالت دیکھ کر محلے والوں نے محلہ سے نکال دیا۔ الغرض آپ پر ابتلاء و مصیبت کی آزمائش حد سے زیادہ ہو گئی مگر آپ پھر بھی شاکر رہے۔ اور آزمائش پر صبر کرتے رہے۔ یہ ہے تصوف اور ایک صوفی کی اعلیٰ مثال اور ایک بہترین تعریف اور مصداق۔ یہ واقعہ ہمیں تصوف کا بہترین درس دیتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے۔ التصوف شکر علی النعیم و صبر علی النعیم۔ صوفی کہتے ہیں اس کو جو اللہ کا شکر ادا کرے۔ اولاد و اموال کے دینے پر اور مصیبت پر صبر کرے۔ بنا بریں بزرگان نوربخشیہ نے اپنے اقوال میں اور دعاؤں میں حضرت ایوب علیٰ نبینا علیہ السلام کو اکثر یاد فرمایا ہے۔ دعوات صوفیہ میں دعائے امام محمد باقر علیہ السلام میں آپ کا واسطہ یوں موجود ہے۔ یا کاشف صبر ایوب اکشف عنا ضرنا۔ اے ایوب کی تکلیف کو دور کرنے والے ہماری تکلیف کو دور فرما۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے مصیبت میں جو دعا مانگی۔ رب انی مسنی الضر و انت الراحمین۔ یہ دعا دعوات صوفیہ میں دعائے امام زین العابدین علیہ السلام کے آخر میں درج ہے۔ اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ صوفی کے لوازمات میں بیان کرتے

ہیں کہ صوفی میں حضرت ایوب کا صبر ہونا چاہیئے۔

جہاں تک قارئین کی دلچسپی کے لئے تمہید کے طور پر ایک سبق آموز واقعہ اور اس کے طبقات بیان ہوئے۔ اب اصل بحث ملاحظہ فرمائیں۔ تصوف یا عرفان اللہ کی معرفت تزکیہ نفس ، تطہیر باطن اور خدمت خلق کا نام ہے۔ اسلامی تصوف ، یونانی تصوف ، ہندی تصوف ، بدھ مت تصوف ، جین تصوف ، اور افلاطونی تصوف کا منشا و مدعا ان کے ہدف ان کی منزل مقصود جدا جدا ہیں۔

اسلامی تصوف

اطاعت خدا اور بندگان خدا کی خدمت کا درس دیتا ہے۔ صوفی اللہ سے اتصال حاصل کر کے جذب و کیف کی ازلی مستیاں حاصل کر لیتا ہے۔

عیسائیت کا تصوف

عیسائیت میں آپ دیکھیں کہ صوفی کا کام صرف رہبانیت ہے کہ رہبانیت ہی ان کا ہدف اور منزل مقصود ہے۔ جبکہ اسلام کا تصوف بندے کو خدا سے ملانے کے بعد بندوں کو بندوں کی خدمت اور تربیت پر مامور کرتا ہے۔ کتاب اللہ میں تصوف و حکمت کی ایک بہترین مثال اس آیت مبارکہ سے اجاگر ہوتی ہے۔ ربنا وابعث فیھم رسولا یتلو علیھم ایتک ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ - اے ہمارے رب ان میں ایسے رسول کو مبعوث فرما جو تیری آیات کی تلاوت کرے انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم عطا کرے۔ یہ ہے دعائے ابراہیمی جس میں تزکیہ نفس اسلامی تصوف کا دائرہ کار ۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم فلسفہ اسلامی کا دائرہ کار ہے۔ فلسفہ جس کے لغوی معنی حب دانش کے ہیں یہ چاہے مغربی ہو یا مشرقی عقل و ادراک اور دلیل و منطق کے ذریعے اسرار و رموز کائنات کا حصول و فہم اس کا مقصد و مدعا ہے۔ اس سلسلے میں ایک عارف کا قول ہے جس میں انہوں نے معراج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ محمد تا بہ عرش رفت و برگشت اگر من آنجا میرفتم برنمی گشتم ۔ یعنی محمد عرش تک گئے اور واپس گئے اگر میں وہاں تک گیا ہوتا تو واپس نہ آتا۔ گویا صوفیائے اسلام کا ایک گروہ روحانیت اور عرفان کی آخری منزل اتصال و دیدار نور الہی ہی کو سمجھتا ہے۔ جبکہ ایک گروہ دیدار انوار خداوندی کے بعد خدمت خلق کو مدعائے اسلام سمجھتا ہے شاہ سید محمد نوربخش بھی اس نظریے کو افضل سمجھتے ہیں۔ فقہ الاحوط باب الجہاد میں ملاحظہ فرمائیں کہ سید العارفین امام المجتہدین غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخش نے جہاد اکبر کے لئے رہبر کی جو شرائط بیان کی ہیں۔ ان میں سے دو یہ ہیں۔ فانیا فی اللاھوت باقیا فی الجبروت کہ رہبر عالم لاہوت میں فنا ہونے والا ہو۔ یعنی اتصال و دیدار الہی میں فنا ہونے والا ۔ اور عالم جبروت میں تجلیات الہی اور لقائے الہی کے حصول کے بعد باقی رہنے والا ہو ۔کچھ سطروں کے بعد پھر اسی سلسلے میں فرماتے ہیں کہ امام عالم جبروت میں پرواز کرنے والا ہو خدا کی یکسوئی میں فنا ہونے والا ہو۔ خدا ہی کے تصور کے ساتھ باقی رہنے والا ہو۔ جیساکہ دنیا کو حقارت سے دیکھنا لوگوں سے عزلت نشینی اختیار کرنا اور ایک مقام پر پہنچ کر بندگان خدا کی اصلاح کرنا وغیرہ آئمہ دین کے اقوال سے ثابت ہیں۔ ایک جماعت دنیا سے بالکل لاتعلق اور اس سے کسی بھی لین دین نہ رکھنے کو اصل تصوف قرار دیتی ہے۔ وہ لوگ گھر بار اور اہل و عیال وغیرہ کو بھی ترک کرنا اولیٰ سمجھتے ہیں وہ لوگ اپنے موقف کے جواز کے لئے قرآن کی ان آیات کو پیش کرتے ہیں۔ انما الحیوۃ الدنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم (الحدید آیت نمبر ۲۰) دنیاوی زندگی محض کھیل اور تماشا اور ظاہری زینت اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے۔ المال والبنون زینۃ الحیاۃ الدنیا الخ (کھف آیت ٣٦) مال اور اولاد ایک فتنہ ہیں۔ بعض اصحاب تصوف دنیا کی چیزوں سے مستفید ہونے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ جبکہ قرآن میں آیا ہے۔ زمین پر جو چیزیں ہیں ہم نے زمین کی زینت (رونق) قرار دی ہیں تاکہ ہم لوگوں کا امتحان لیں بعض کا نظریہ ہے کہ جتنا ہو سکے اعمال کی قبولیت کے لئے باطن کے ساتھ ظاہر میں بھی

زینت و رونق سے عاری ہونا چاہئے۔ ان کے نظریے کے مطابق انسان کو ظاہر میں بھی مکمل فقر کا نمونہ نظر آنا چاہئے ان کا یہ نظریہ قرآن کی اس آیت سے رد ہو سکتا ہے۔ یابنی آدم خذوازینتکم عند کل مسجد (الاعراف) اے اولاد آدم ہر نماز کے بعد بن سنور کر نکھر جایا کرو نیز ایسے نظریے کے حامل کو قرآن میں چیلنج کے طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل من حرم زینۃ اللہ النبی اخرج لعبادہ والطیبات من لرزق (الاعراف) (اے رسول) ان سے پوچھو تو کہ جو زینت اور کھانے پینے کی صاف و ستھری چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہیں کس نے حرام کر دیں۔

مذکورہ باتوں کا خلاصہ اس حدیث میں ملاحظہ فرمائیں امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنی دنیا کو آخرت کے لئے اور اپنی آخرت کو دنیا کے لئے چھوڑ دے۔

بظاہر اسلامی تصوف اور اسلامی حکمت و فلسفہ دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ واقعہ کے لحاظ سے یہ درست ہے کہ صوفی کا مرکز دل اور فلسفی کا مرکز دماغ ہوتا ہے۔ مگر اکثر مسلمان صوفیا صاحب حکمت اور اکثر مسلمان حکماء صاحب معرفت رہے ہیں۔ گویا اسلام ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ تصوف فلسفہ ایک ہی راہ پر چل سکتے ہیں۔ اسلامی تصوف اور اسلام کے زمرے سے باہر صرف فلسفہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اسلامی تصوف اور اسلام میں انسان کی ہدایت خصوصاً توحید کا درس ہوتا ہے۔ جبکہ اہل فلسفہ کی ساری موشگافیاں انسان کی کوئی واضح رہنمائی کرنے میں قطعاً ناکام رہی ہیں۔ بقول اکبر۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں۔
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا ہی نہیں

شیر خدا مولا علیؑ ابن ابی طالب نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ اس کو حاصل کرو اگرچہ منافق کے دل میں کیوں نہ ہو۔ سلسلہ ذہب کے ایک بزرگ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ نے شریعت کو حکمت کا قانون قرار دیا ہے کہ حکمت کا حصول شریعت پر پوری طرح گامزن ہونے سے حاصل ہو گا۔ شریعت محمدی کے معاشرتی نظام کی بنیادوں میں مساوات، اخوت، رشتہ نکاح، خیر خواہان ذمہ داری کا تصور شامل ہے۔ اسلام نے معاشی جدوجہد کا بھی حکم دیا ہے کہ جس میں حلال و حرام کی تمیز اور حرمت سود باہمی رضامندی، دیانت اور ذخیرہ اندوزی کی ممانعت، اس کی بندش اور ارتکاز دولت کی ممانعت وغیرہ شامل ہیں۔ اسلامی تصوف سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ہم اپنی دنیوی منفعت کو کبھی بھی قابل اعتنا نہ سمجھیں بلکہ اخروی راحت کے پیش نظر اسے اگر اختیار بھی کرنا پڑے تو ثانوی حیثیت دیں اور اسے مقصود نظر بنائیں۔ بلکہ ایسا بے مثال صوفیانہ معاشرہ اپنائیں جس میں دنیا بھی دین بن جائے کہ جس طرح اسلاف نے کر دکھایا ہے۔ عالم صمدانی عارف ربانی سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ جب دنیا والوں کے ساتھ بیٹھو تو دین کو مت بھولو یعنی دین کے قانون کو ملحوظ رکھو۔ دنیا کو دین کا غلام بنانا چاہئے اور دین ہی کے لئے استعمال کرنا چاہئے اگرچہ آدمی بظاہر دنیا والا نظر آئے۔ ایک دفعہ ایک امام معصوم کہیں سے گزر رہے تھے۔ آپ اچھے لباس میں تھے۔ ایک آدمی نے عرض کی یا امام آپ لوگ ہمیں زہد و تقویٰ کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی یہ حالت؟ اس اعتراض پر امام نے فرمایا کہ ہاں! تیرا کہنا سچ ہے مگر تو نے غور نہیں کیا حقیقت میں ایسا نہیں ہے اور آپ نے اسے اپنی قمیص کے نیچے ایک بوسیدہ سی قمیص پہنی ہوئی دکھائی۔ یہ ہے دین کا سیاست سے تعلق۔ ہر حال میں دین کو دنیوی سیاست کا رہبر بنائیں اور دین اور دنیا کی تفریق کا مغربی نظریہ مسترد کریں تاکہ محمدؐ عربی کی سیاسی بصیرت سے ہمیں بھی وافر حصہ مل جائے۔

(جاری ہے)

بقیہ قرآن مجید

خیر الامور اوسطھا

کاموں میں بہترین درمیانی راہ ہے۔

تزکیہ نفس قرآن کی روشنی میں

گلزار حسین ڈگری کالج مظفر آباد

تزکیہ نفس دو خوبصورت الفاظ کا مرکب ہے۔ لفظ تزکیہ سنتے ہی ہمارے ذہن میں خودبخود نفس کا تصور آ جاتا ہے۔ تزکیہ عربی زبان میں کسی چیز کو صاف ستھرا بنانے، اس کو نشوونما دینے اور اس کو پروان چڑھانے کو کہتے ہیں۔ تاہم قرآن میں تزکیہ جہاں جہاں استعمال ہوا ہے وہ اکثر نفس کے لئے ہی ہوا ہے۔ نفس کا تزکیہ یہ ہوگا کہ اس کے اندر جو جو غلط افکار و نظریات جڑ پکڑ گئے ہیں، ان کی بیخ کنی کی جائے۔ جاہلانہ عادات و اخلاق نے اس کے اندر جو کجیاں اور ناہمواریاں پیدا کر رکھی ہیں، ان کو درست اور ہموار کیا جائے۔ بے حسی اور جمود کے روگ کو دور کیا جائے۔ فانی اور نفسانی لذتوں کی وجہ سے پیدا شدہ پست ہمتی اور بزدلی کا علاج کیا جائے تاکہ آنکھیں دیکھ سکیں۔ اور دماغ سوچ سکے۔ جوان ہو سکے۔ عادتیں سنور سکیں اور انسان ذہنی اخلاقی اور روحانی ترقی کے اس بلند مرتبہ تک پہنچ سکے جس تک پہنچنے کی اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر صلاحیت رکھی ہے۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے سوچا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے اللہ تعالیٰ کا حقیقی مقصود کیا ہے؟ اور وہ کیا غرض و غایت ہے جس کے لئے اس نے نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری کیا اور شریعت اور کتابیں نازل فرمائیں؟ تو اس کا صحیح جواب ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ نفوس انسانی کا تزکیہ حضرت ابراہیمؑ نے آنحضرتؐ کی بعثت کے لئے جو دعا فرمائی، اس میں آپ کی اصلی غایت یہی بیان فرمائی ہے کہ آپ لوگوں کا تزکیہ کریں۔

ربنا و بعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایاتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العلیم الحکیم (بقرہ ۱۲۹)

حضرت ابراہیم کی اس دعا کے مطابق جب آنحضرت کی بعثت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت اور اس کی غرض و غایت کا حوالہ ان الفاظ میں دیا:

کما ارسلنک فیکم رسولاً منکم یتلو علیکم ایاتنا ویزکیکم و یعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونو تعلمون۔

چنانچہ ہم نے تم میں ایک رسولؐ تم ہی میں سے بھیجا جو تم کو ہماری آیتیں سناتا ہے۔ اور تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

اسی طرح سورہ جمعہ میں آپؐ کی بعثت اور اسؐ کا اغراض و مقاصد یوں بیان ہوا ہے۔

ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً فیھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ و ان کانو من قبل لفی ضلال مبین (سورۃ البقرہ ۱۵۱)

وہی خدا ہے جس نے امیوں (بنی اسماعیل) میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بے شک اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

مندرجہ بالا آیات میں نبیؐ کے اصلی مقصد بعثت کے طور پر جس چیز کا ذکر ہوا ہے۔ وہ تزکیہ ہے۔ باقی اس کے ساتھ دوسری چیزیں یعنی تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ وہ اس اصلی مقصد کے وسائل و ذرائع کی حیثیت سے مذکور ہوئی ہیں۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا دونوں آیات (آیت ۱۵۱) میں سب کے شروع میں آیا ہے یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ایک ہی بات کے بیان کرنے میں اسلوب کا ردوبدل بلاوجہ تو نہیں ہو سکتا۔ اس تقدم و تاخیر سے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ نبی کی

تمام تر کوششوں اور آپ کی تمام سرگرمیوں کا محور و مقصود دراصل تزکیہ ہی ہے۔ کیونکہ اصل مقصد ہی کی یہ اہمیت ہوتی ہے کہ وہ شروع میں بھی ایک کام کرنے والے کے پیش نظر ہوتا ہے اور آخر میں بھی۔

کسی منصوبے کے اندر جو چیز مقصدی اہمیت کی حامل ہوتی ہے وہ عمل میں اگرچہ موخر ہوتی ہے۔ لیکن ارادہ اور خیال میں مقدم ہوتی ہے۔ آپ ایک مکان کی تعمیر سے جو مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سکونت کی راحت ہے۔ اور یہ چیز عین اس وقت بھی آپ کے پیش نظر ہوتی ہے جب آپ ایک مکان کا نقشہ ابھی کاغذ کے صفحہ پر بنا رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ عملاً یہ چیز حاصل اس وقت ہوتی ہے جب مکان بن چکتا ہے۔ اس پہلو سے دیکھئے تو مکان کی تعمیر کا جو اصل مقصد ہے (یعنی سکونت کی راحت) وہ ارادتاً شروع میں ہی آپ کے سامنے ہے لیکن عملاً یہ نتیجہ موخر ہوا ہے۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر آپ اگر انبیاء کی بعثت کو سمجھنا چاہیں تو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا اصلی مقصد تو لوگوں کے نفوس کا تزکیہ ہی ہوتا ہے۔ اور اسی نقطہ نظر سے وہ اپنی تمام دعوتی اور اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز کرتے ہیں۔ لیکن اس مقصد کی خاطر انہیں بہت سے ایسے کام بھی کرنے پڑتے ہیں جو اس مقصد کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اس لئے وہ حکمت کا درس دیتے ہیں۔ مگر مقصود ان سارے کاموں سے صرف تزکیہ ہوتا ہے۔ جو شروع میں بھی ان کے پیش نظر ہوتا ہے اور آخر میں بھی وہی ان کی تمام جدوجہد کی غایت بنتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں اس بات کی بھی صاف تصریح موجود ہے کہ تزکیہ ہی وہ اصلی کام ہے جس کے لئے لوگوں کو نبیؐ سے رجوع کرنا چاہئے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قدافلح من زکاھا و قدخاب من دساھا

اس نے فلاح پائی جو اپنے نفس کا تزکیہ کرے اور وہ نامراد ہوا جس نے اس کی گندگیوں پر پردہ ڈالا۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

قدافلح من تزکی (الاعلیٰ)

اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ حاصل کیا۔

اس اور مقام پر یوں بیان ہوا۔

و نفس وما سواھا فالھمھا فجورھا و تقوھا. قد افلح من زکھا و قدخاب من دسھا

اور شاہد ہے نفس اور جیسا اس کو بنایا پس اس کو سمجھ دی نیکی اور بدی کی، کامیاب ہوا جس نے اس کا تزکیہ کیا اور ناکام ہوا جس نے اسے آلودہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیکی اور بدی دونوں کے رجحانات ودیعت کر رکھے ہیں اور اس کو ان دونوں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت بخشی ہے پھر انسان کے لئے فلاح کا راستہ یہ متعین ہوا کہ وہ صحیح شعور کے ساتھ نیکی کو غالب کرنے اور بدی کو مغلوب کرنے کے لئے جہاد کریں۔ جب انسان اس جہاد میں کامیابی حاصل کرے تو اس کا نفس نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔

اس بحث سے یہ باتیں واضح ہوتی ہیں کہ تزکیہ تمام دین و شریعت کا اصلی مقصود ہے۔ قرآن میں اس پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ جس سے دین میں اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ قرآن بنیادی طور پر انسانوں کو تزکیہ نفس کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسری ساری چیزیں وسائل و ذرائع کی حیثیت رکھتی ہیں اور یہ چیز غایت و مقصد کی حیثیت رکھتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت دین خواہ بظاہر کتنے ہی مختلف پہلو رکھتی ہو لیکن باطن میں اس کا ہدف انسان اور انسانی معاشرہ کے تزکیہ کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ انسان اور قرآن کے اسرار و حقائق اور اس کے لطائف سے اس وقت تک بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے۔ اس کے بغیر کوئی بھی شخص آخرت میں نجات اور فلاح حاصل نہیں کر سکتا۔ تزکیہ کا علم کوئی مخفی علم نہیں ہے۔ مگر یہ اتنا آسان بھی نہیں کہ بلا محنت و مشقت آرام سے نفس کا تزکیہ ہو جائے۔ مسلمان جب تک قرآن حکیم کے مطابق اپنی زندگیاں نہیں گزارتے ان کا تزکیہ نفس کیسے ہو سکتا ہے؟ قرآن کے اندر اسرار و حکم کا ایک خزانہ موجود ہے۔ اس خزانے میں سے بقدر صلاحیت و استعداد لوگ اپنا اپنا حصہ پاتے ہیں۔ صوفیائے کرام خاص طور پر

سلسلہ ذہب کے بزرگوں نے قرآن کے تدبر کے ذریعے اور اپنے عمل کے ذریعے جو اسرار و معارف دریافت فرمائے ہیں۔ وہ نہایت قیمتی ہیں۔ ان کے جمع کردہ اوراد فتحیہ دعائے صبحیہ اوراد عصریہ اور دیگر تمام دعائیں اور دیگر تمام صوفیانہ عملیات اسی تزکیہ نفس کے گرد گھومتی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ امیر کبیر سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدان جیسے عظیم صوفی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے نفوس کا تزکیہ کریں اور فلاح پائیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تزکیہ علم پر توجہ دینے اور تزکیہ نفس کے علمی پہلو کے ساتھ ساتھ عملی پہلو کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے قرآن علوم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

(بقیہ نیرنگئ علم)

کفر و شرک کے فتوے صادر کر کے کسی کو سولی پر چڑھایا اور کسی کا سر تن سے جدا کیا۔ ورنہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ انبیاء اور اولیاء کا علم علم کسبی نہیں بلکہ علم لدنی ہوتا ہے۔ یہ لوگ براہ راست حق تعالیٰ کی بارگاہ سے علم پاتے ہیں۔ اور یہ علم جس میں معلم اور متعلم کے درمیان کوئی واسطہ یا حجاب حائل نہ ہو علم کی خالص ترین اور مکمل ترین شکل ہوتی ہے۔ یہی وجہ کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمدؐ امی ہونے کے باوجود معلم انسانیت ٹھہرے، جس کی طرف خواجہ حافظ نے یوں اشارہ فرمایا ہے۔

نگار من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط نہ نوشت

بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

پس مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علم تصوف یعنی علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت جو علام الغیوب کی ذات سے بندے کو براہ راست عطا ہوتا ہے تمام علوم کا نچوڑ ہے۔ اللہ پاک عہد حاضر کے انسانوں کو اس علم کی جستجو کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(بقیہ [illegible])

رہتا ہے اور اصل و جوہر کے اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ لیکن ظاہری حالت میں یہ انسانی صفت بھی بن جاتی ہے۔

۲۹ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار کو جو وجود بخشتا ہے۔ تو وہ اپنی مشیت کو اس پر جس طرح چاہتا ہے طاری کرتا ہے۔

۳۰ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے ہمیشہ صحیح کام اور ہمیشہ حق کی معاونت ہی کراتا ہے۔

جہاد کشمیر اور ہم

محمد انور آزاد کشمیر

آج مسلمانان عالم بالخصوص مقبوضہ جموں و کشمیر کے نہتے مسلمانوں پر بھارتی فوجوں کے ظلم و ستم، قہر و غضب، کینہ و بغض اور جارحیت کسی بھی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ حالات کے اس تناظر میں پوری امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک اور احادیث نبویؐ سے رہنمائی حاصل کریں۔ اور اپنے ان کشمیری بھائیوں کی ہر طرح سے امداد کریں جو مقبوضہ وادی میں ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ تاکہ تحریک جہاد کشمیر کامیاب ہو سکے۔ ہمیں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس جہاد میں اپنا مال، جان اور تمام تر صلاحیتیں وقف کر دینی چاہئیں۔ یہ حالات اور وقت کا تقاضا ہے کہ ہم مجاہدین کشمیر کی صرف عسکری محاذ پر اعانت و مدد کریں۔ بلکہ سیاسی اور نظریاتی محاذ پر بھی حالات کو حقیقت کے روپ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مخیر حضرات کو مالی اعانت، نوجوانان ملت کو جانوں کے نذرانے، سیاسی اور ملی بصیرت رکھنے والوں کو بین الاقوامی محاذ پر مدد کرنے علماء و مشائخ عظام کو تقاریر کے ذریعے جذبہ جہاد اجاگر کرنے، اساتذہ و معلمین کو اپنے نوجوان طلباء میں جذبہ جہاد بیدار کرنے، خطباء کو اپنی خطابت، ادیبوں کو اپنی تحریر اور شعراء کو اپنے شعر و سخن کے ذریعے جہاد میں عملی حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

صوفیہ نوربخشیہ کے ایک جلیل القدر مفکر حضرت علامہ سلطان علی بلغاریؒ

محمود احمد مفکر بلغاری

یوں تو نوربخشیہ اہل کمال کی جماعت ہے اس کے بطن سے ہزارہا اہل کمال پیدا ہوئے جن کے فضل و کمال کی بڑی شہرت ہوئی ۔ ۱۲۴۰ ہجری یقیناً سال نیک تھا اللہ پاک نے ایک ایسی ہستی کو عالم وجود میں بھیجا جس نے نوربخشی بزرگوں کی دیرینہ روایات کو بحال کر دیا۔ اس ہستی کا نام نامی سلطان علی تھا جس کے علم سے بے شمار تشنگان علم نے اپنی پیاس بجھائی اور تاقیامت ان کی بلند پایہ کتابوں سے فیض حاصل کرنے کی صورت میں یہ پیاس بجھاتے رہیں گے ۔

تعلیم

علامہ سلطان علی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد ولی کامل حضرت ملا قاسم سے حاصل کی ۔ پھر مزید عربی اور دینی علوم کی تحصیل کے لئے جید سنی عالم مولانا محمد حسین المعروف بوا پشاورپہ کے پاس سکسا گئے بوا پشاورپہ عربی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اور ان کا طرز تعلیم بھی بڑا موثر اور دلنشیں ہوتا تھا۔ بوا سلطانؒ نے ان سے علمی فیض حاصل کیا اور ان کے بلند پایہ اخلاق و روحانی کمالات سے بھی مستفید ہوئے۔ استاد مرحوم عمر بھر آپ پر نازاں رہے۔

قابل ذکر ہمدرس

آپ کے قابل ذکر ہمدرس یہ حضرات ہیں بوا جوہر علی جوہر ۔ آغاز شاہ عباس ۔ بوا قربان علی اور راجہ حاتم خان ثانی ۔

حاتم خان ادب کا بڑا شائق اور دلدادہ تھا چنانچہ سلطانؒ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف زادالحتان میں اس کا ذکر کیا ہے اس کا دور شعر و شاعری کا دور تھا اس وقت شریعت اسلامی کسم پرسی کے عالم میں تھی البتہ راجہ محمد علی شاہ ثانی بڑا دیندار حکمران تھا علامہ سلطان نے اس کا بھی اپنی کتاب زادالحتان میں نہایت ہی موزوں الفاظ میں ذکر کیا ہے ۔ روایت ہے کہ محمد علی شاہ نوربخشی عقائد رکھتا تھا ۔

حاتم خان اور علامہ سلطان علیؒ

حاتم خان کے دور میں صوفیہ نوربخشیہ کی ایک تحریک معرض وجود میں آئی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی دینی فکر کو اس طرح بیدار کیا جائے جس سے صوفیانہ اسلامی معاشرہ کو صحیح اسلامی اصولوں پر منظم کرنے کا کام لیا جاسکے اس کے سرخیل حضرت علامہ سلطان علی مرحوم تھے۔

حاتم خان علامہ سلطان کا بڑا مرتبہ شناس تھا اس کے حکم پر علامہ سلطان نے اس کے محل میں جا کر اس کے بچوں کو کئی سال فقہ الاحوط کا درس دیا۔ حاتم خان چونکہ نوربخشی عقائد نہیں رکھتا تھا اس لئے علامہ سلطانؒ اور اس کے رشتہ اخلاص و محبت میں فرق آیا اور علامہ موصوف نے اس کے محل کو خدا حافظ کہا۔ علامہ سلطانؒ کے والد ماجد ولی کامل ملا قاسمؒ کے حاتم خان اور ان کے بزرگوں سے بہت ہی گہرے مراسم تھے۔

مذہب

سرزمین بلتستان کے نامور مورخ جناب غلام حسن

نوربخشی نے علامہ سلطانؒ کو اپنی کتاب تاریخ بلتستان میں اولین اہل حدیث مبلغ قرار دیا ہے حالانکہ غلام حسن صاحب کا مفروضہ مبنی بر حقیقت نہیں ہے۔ علامہ سلطان علیؒ عمر بھر نوربخشیت کے محافظ و مدافع رہے اس پر ان کی معرکتہ الارا۔ کتابیں بوق بوق نامہ زاد الجنان اور فقہ الاحوط منظوم شاہد ہیں فقہ منظوم کے شروع میں انہوں نے سید العارفین میر سید محمد نوربخش علیہ الرحمۃ کی شان میں عقیدت و محبت سے لبریز قصیدہ لکھا ہے۔ یہاں اس کے ایک شعر کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قدوہ ابرار عالم پیشوائے اولیاء
زبدہ اخیار آدم مقتدائے اصفیاء

(فقہ الاحوط منظوم قلمی صفحہ نمبر ۳)

حضرت سلطانؒ کی شاعری

تبت خورد بلتستان میں ہمیشہ شاعروں کی کثرت رہی ہے لیکن ایسے شاعروں کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے جو شعروسخن میں منفرد مقام کے حامل ہوں۔ حضرت سلطانؒ ایسے ہی شاعروں میں سے تھے شاعروں میں ان کا جو مقام ہے کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں اور جہاں تک ان کی فنی پختگی اور استادانہ رنگ کا تعلق ہے اس کا لوہا تو ان کے زمانے کے تمام بڑے شاعروں اور اصحاب ادب نے مانا ہے۔

ان کا پہلا مجموعہ کلام ۱۲۹۵ ہجری میں مکمل ہوا اس زمانہ میں کوئی چھاپہ خانہ نہ تھا اس لئے ان کی کتابیں قلمی صورت میں ہیں۔ ۱۲۹۵ ہجری میں ان کی عمر صرف ۳۰ سال کی تھی لیکن اس دور میں ان کے کلام میں وہ خوبی اور پختگی پیدا ہو چکی تھی کہ سارے بلتستان کے اصحاب ادب چونک اٹھے اور انہوں نے نہایت اخلاص سے علامہ سلطانؒ کے شاعرانہ کمال کا اعتراف کیا۔ ان کے کمال فن اور تبحر علمی کی داد دینے والوں میں حضرت جوہر۔ شاہ عباس، بوا قربان علی۔ ملا پشاوری اور راجہ حاتم خان جیسے ادبا اور شعراء شامل ہیں۔

علامہ سلطانؒ نے شروع ہی سے حضرت مصلح الدین سعدی شیرازیؒ کا تتبع کیا میں تو یہاں تک کہنے کی جسارت کروں گا کہ علامہ سلطانؒ بلبل شیراز کے تتبع میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ ان کی مضمون آفرینی ترکیبوں کی بندش و چستی میں حضرت سعدیؒ کا رنگ نظر آتا ہے چند اشعار ملاحظہ ہوں جن میں حضرت سعدیؒ کا رنگ نمایاں ہے۔

کریما کرم کن بر احوال ما
رحیما ترحم بر افعال ما

غریقم بدریائے فسق و فجور
رفیقم تنہای کبرو غرور

زطاعت مدام است دلم در نفور
زعصیان کدام است کہ ازمن بدور

(زاد الجنان ص ۲۲)

حضرت سلطانؒ اہل بیت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چہ گویم کہ من ناقص عقل و دین
بمدح امینان راہ مبین

اخوت امامان راہ قبول
ندانند کسی جز خدا و رسول

زما باد ہر دم ہزاران سلام
براولاد اطہار خیر الانام

تحیات بے حد ازیں ناتمام
بہ ارواح شاہان دارالسلام

ز سلطان ناقص ہزاران سلام
بہ ارواح شاہان دارالسلام

(زاد الجنان ص ۲۲)

حضرت سلطانؒ عربی اور فارسی کے یگانہ عصر ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بلتی زبان کے بھی بلند پایہ شاعر تھے آپ نے بلتی میں آنحضرت فداہ ابی و امی اور شیر خدا، امیر المومنین امام المتقین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں ایمان خیز قصیدے لکھے ہیں بلتی میں آپ کی شاعری تو شاعری کی معراج ہے۔ راقم قارئین کی ضیافت طبع کے لئے ان کے بلتی کلام کا ایک نمونہ یہاں پیش کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

چھونگسے ایں شیرِ خدا خیبر احدنا خندقینگ
تحق کفاری ہرمغی برو ذوالفقاری رینغفینگ

ترجمہ۔ شیر خدا علی المرتضیٰؑ نے معرکہائے خیبر احد اور خندق میں چھلانگیں مار کر کفار کے باجرے کو ذوالفقار کی چکی میں پیس ڈالا۔

تصانیف

بوق بوق نامہ

یہ معروف کتاب دراصل تصوف و عرفان کے موضوع پر ہے اس میں مسلمان مشاہیر کی تاریخہائے ولادت و وفات بھی درج کی ہیں نیز مبلغ اسلام حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی بلتستان آمد اور ان کی کرامتوں کا بھی مختصراً ذکر ملتا ہے۔ سیلاب کا ذکر بھی ہے۔ اس کتاب پر میرے دیرینہ دوست جناب سجاد حسین بلغاری ماہنامہ نوائے صوفیہ میں ایک جاندار تبصرہ شائع فرما چکے ہیں۔

تصوف کے موضوع پر اس سے بہتر اور اصلح کوئی کتاب نہیں اس کا اردو میں ترجمہ کرنا از بس ضروری ہے۔ جناب غلام حسن نوربخشی صاحب جو ترجمہ کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں اس کو اردو میں منتقل کریں اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق کار عطا فرمائے۔

فقہ الاحوط منظوم قلمی

حضرت علامہ سلطان علی نے سلسلہ عالیہ نوربخشیہ کی بے نظیر فقہی کتاب بلکہ اپنے موضوع پر۔ فصل الخطاب کو ترجمہ کیلئے منتخب فرمایا اور نہایت دقیق و ضخیم فقہی کتاب کو ایسی آسان سلیس اور کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی فارسی نظم میں منتقل کر دیا کہ اس کے بغور مطالعہ سے ترجمہ و نقل نہیں بلکہ اصل کتاب کا دھوکہ ہوتا ہے اس کی تدوین پر اس دور کے نوربخشی اکابر نے علامہ مرحوم کو پرجوش انداز میں خراج تحسین پیش کیا جناب سجاد حسین بلغاری کی روایت کے مطابق اس کا ایک نسخہ غلام حسن حسنو صاحب کے پاس موجود ہے۔

زاد الجنان

آپ کی سب سے بڑی معرکتہ الاراء کتاب ہے۔ جو کہ ۳۸۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ نے اسلام کے عقائد و عبادات پر فارسی اور عربی نظموں کے ذریعے بڑے دلنشین انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ حضور ختمی رسالتؐ اور اہل بیت عظام پر آپ نے عقیدت و محبت سے لبریز قصیدے لکھے ہیں واہ حسرتا کچھ بزرگوں نے لاعلمی کی بناء پر اسے حضرت میر نجم الدین محمد ثاقبؒ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اس کتاب کی تدوین سے نصف صدی قبل حضرت میر ثاقبؒ اللہ کو پیارے ہو گئے تھے یہ کتاب حضرت سلطانؒ ہی کی ہے۔ واضح رہے کہ یہ کتاب ۱۲۹۳ ہجری کو پایہ تکمیل کو پہنچی تھی اس کا ایک نسخہ غلام حسن سہروردی نوربخشی کے پاس موجود ہے راقم الحروف کے پاس بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں۔

کنم ختم اوراق زادالجنان
ہمیں یک نشانی ز سلطان بدان
(ص ۳۸۲)

الوافیہ

یہ کتاب مشہور درسی کتاب کافیہ کے جواب میں

ہے راقم نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اس کی ثقاہت شک و شبہ سے بالاتر ہے آخر میں ذیل کے الفاظ لکھے ہیں۔ تمت الکتاب بعون الملک الوھاب والیہ المرجع والماب علی ید العاصی سلطان علی ولد اخوند قاسم واحد علی ولد محمد الملقب مجلا بلال عفراللہ لہم ولوالدیہم ولاستاذہم فی یوم الجمعہ فی ثلاثین یوما من السفر ۱۲۷۹ ہجری اللھم صل علے محمد وآل محمد و اصحاب محمد و بارک و سلم۔

شہادت

اسلام کے فرزند جلیل علامہ سلطان علیؒ کو شرپسند عناصر نے ۱۳۵۰ ہجری کو علاقہ شگر میں زہر دلا کر شہید کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۵ سال کی تھی۔ آپ کا مزار مبارک خانقاہ معلی بلغار کے احاطے میں ہے۔ شہادت کے بعد یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ بہت سے نیک لوگوں نے آپ کی آخری آرام گاہ سے تلاوت کلام کی آواز سنی۔

آپ کے مسلک کی ترجمانی اقبالؒ کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں
خود جلیں دیدہ اغیار کو بینا کر دیں

(بقیہ اجداد رسول)

خداوندی کہ ہر کنکر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا۔ جب کنکر جسم پر پڑتا تو جسم کو چیر کر پاؤں کی طرف نکل جاتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند لمحوں میں یہ عظیم الشان لشکر تباہ و برباد کر دیا گیا۔

عبدالمطلب کی بیویاں اور بچے

اس زمانے کے رواج کے مطابق عبدالمطلب کی کئی بیویاں تھیں۔ ان میں بنو خزاعہ کے ایک بڑے گھرانے کی خاتون لبنیٰ تھیں ان کے بطن سے ابو لہب پیدا ہوا۔ اس کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا وہ بہت خوبصورت تھا اس خوبصورت کے باعث عبدالمطلب نے اس کی کنیت ابولہب رکھی تھی۔ اور ایک امیر گھرانہ کی خاتون نتیلہ عبدالمطلب کی زوجیت میں آگئی (یہ اس قدر دولت مند خاتون تھیں کہ انہوں نے بیت الحرام پر ریشم کا غلاف چڑھایا تھا) ان کے بطن سے حضرت عباسؓ پیدا ہوئے۔ حضرت عباسؓ شریف، دانشمند، ہیبت اور رعب والے آدمی تھے۔ نتیلہ ہی سے عباسؓ کے بھائی ضرار اور قثم پیدا ہوئے۔ بنو زہرہ کے قبیلہ کی لڑکی ہالہ سے بھی عبدالمطلب نے شادی کی۔ ان سے سید الشہدا حضرت حمزہؓ، المقوم، مغیرہ اور ایک لڑکی صفیہ پیدا ہوئی۔ ان کی ایک بیوی ممعنہ سے غیداق پیدا ہوئے اور ایک بیوی فاطمہ کے بطن سے رسول خداؐ کے والد ماجد عبداللہ، حضرت شہنشاہ ولایت علی علیہ السلام کے والد ماجد ابو طالب، زبیر اور پانچ لڑکیاں عاتکہ، امیمہ، برہ، بیضاء اور اروی پیدا ہوئیں۔ عبدالمطلب کی ایک بیوی صفیہ سے حارث پیدا ہوئے یہ سب سے بڑے لڑکے تھے اور عبدالمطلب کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔

پیغمبر انقلابؐ کے والد اور والدہ

عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی آمنہ بنت وھب بن عبد مناف سے کر دی اس وقت عبداللہ کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔ عبداللہ شادی کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے وہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے واپسی پر یثرب کے مقام پر بیمار پڑے اور عالم جوانی میں ہی انتقال کر گئے۔ ان کے انتقال کے دو ماہ بعد رسول خداؐ پیدا ہوئے چھ سال کی عمر کو جب پہنچے تو آپ کی والدہ مکرمہ آمنہ بھی انتقال کر گئیں اور حضورؐ اپنے دادا کے گھر پرورش پانے لگے۔ دادا کے انتقال کے بعد اپنے شفیق چچا ابو طالب کے گھر رہنے لگے۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد

اجدادِ رسول مقبولؐ

سید نوازش حسین ایم ۔ اے ۔ بی ایڈ ۔ فاضل عربی

حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے ۔ ایک کا اسم گرامی حضرت اسماعیلؑ جبکہ دوسرے کا نام حضرت اسحاقؑ تھا حضرت اسحاقؑ کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی جو شام اور فلسطین میں آباد ہوئی ۔ جبکہ اسماعیل سرزمین عرب میں آباد ہوئے ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے ۔ ایک لڑکے کا نام قیدار تھا ۔ اس کی اولاد مکے میں آباد ہوئی ۔ قیدار کی ۳۷ ویں پشت میں عدنان پیدا ہوئے ۔ ان کے بھائی نے یمن میں اپنی سلطنت قائم کی تھی اور عدنان کی حکومت مکہ میں تھی ۔ عدنان کے بعد بنو جرہم مکہ میں غالب آگئے ۔ حضرت اسماعیلؑ نے بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے شادی کی تھی ۔ اسی رشتے کے تعلق سے بنو جرہم بھی بنو اسماعیل کے پاس مکہ میں آباد ہو گئے تھے ۔ لیکن عدنان کے بعد ۲۰۷ء میں یہ بنو اسماعیل پر غالب آگئے ۔ اور تولیت کعبہ کا منصب بھی بنو جرہم کے پاس چلا گیا ۔ جو بت پرست تھے پھر بنو جرہم سے بنو اسماعیلؑ کے قبیلے کی ایک شاخ بنو خزاعہ نے اقتدار چھینا ۔ اس کے بعد بنو اسماعیل کی دوسری شاخ بنو کنانہ کے قصی بن کلاب نے اقتدار پر قبضہ جمایا ۔ قصی بن کلاب فہر کی نسل سے تھے اور فہر اپنے وقت میں عرب کے مشہور سردار تھے ۔

اس زمانے میں حسن حمیری نے یہ کوشش کی کہ حجر اسود کو اٹھا کر یمن لے جائے تاکہ حج کے لئے وہیں کعبہ بنا دیا جائے ۔ وہ اسی نیت سے فوج سمیت مکہ آیا فہر نے قبائل عرب کو لے کر مقابلہ کیا ۔ شکست خوردہ حسان بن عبد کلال حمیری کو گرفتار کیا گیا ۔ اس واقعہ سے عربوں میں فہر کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا ۔ فہر کی نسل سے قصی بن کلاب نے ۴۴۰ء میں اقتدار حاصل کیا ۔ یہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد خاص ہیں ۔ قصی مذکور کی ایک بیوی کعبہ کے متولی حلیل کی بیٹی تھیں اور حلیل کے انتقال کے بعد قصی کعبہ کے متولی بن گئے ۔ قصی نے قبائل قریش کو مکہ کے گرد و نواح میں آباد کیا ۔ اسی وجہ سے قصی کو مجمع کا لقب دیا گیا ۔ انہوں نے مکہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد رکھ کر رفادہ ، سقایہ ، حجابہ اور قیادہ کے عہد قائم کئے اور اس طرح زائرین بیت اللہ کی میزبانی ، حجاج کی خدمت کے لئے چندہ جمع کرنے اور لشکر کی قیادت کے انتظامات منظم کر دیئے ۔ اس کے علاوہ انہوں نے فوجی نشان بنایا جس کو لوا کہا جاتا تھا ۔ امور حکومت میں باہمی مشورے کے لئے ایک قومی کمیٹی تشکیل دی جس کا نام دار الندوہ تھا ۔

رسول انورؐ کے پردادا ہاشم

جب قصی کا انتقال ہوا تو ان کے منصب اختیارات اور اعزازات ان کے دو لڑوں کی اولاد میں تقسیم ہو گئے ۔ ایک لڑکا عبد مناف کے بڑے بیٹے ہاشم کو سقایت ، رفادت ، اور لشکر کی قیادت کے منصب ملے جبکہ بقیہ منصب دوسرے لڑکے عبد الدار کے پاس رہے ۔ عبد مناف (مغیرہ) حضورؐ کے جد رباع تھے ۔ ان کی پیشانی میں نور جھلکتا تھا اس لئے ان کو قمر البطحا کہا جاتا تھا ۔

ہاشم کو جو منصب ملے ان کی ذمہ داریوں کو انہوں نے خوش اسلوبی سے پورا کیا ۔ وہ زائرین بیت اللہ کے خورد و نوش کے سامان کے لئے ہر سال چندے کی اپیل کرتے تھے اس موقع پر کہتے کہ میں اپنی حلال کمائی سے دے رہا ہوں اور تم بھی جو کچھ دو حلال کمائی سے دو ۔ مال حرام اس کار خیر کے لئے نہ دیا جائے ۔

ایک دفعہ مکہ میں سخت قحط پڑا ۔ ہاشم شام و فلسطین سے آٹا خرید کر مکہ آیا اور روٹیوں کا چورا کر کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا اور زائرین بیت اللہ کو پیٹ بھر کے کھلایا اس دن سے ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے ورنہ ان کا اصل نام عمرو تھا ۔ اور رتبے کی بلندی کے سبب " عمرو العلا " بھی کہلاتے تھے ۔

ہاشم اور ان کے بھائیوں نے قریش کی تجارتی ترقی کیلئے

بہت اقدامات کئے۔ بیرونی ممالک سے تعلقات پیدا کر کے کاروان قریش کے لئے راہداری کے پروانے اور فرامین حفظ و امان حاصل کئے۔ اسی باعث یہ لوگ "اصحاب ایلاف" کہلائے۔

ہاشم کی اقبال مندی کو دیکھ کر ان کے بھتیجے امیہ بن عبدالشمس کو حسد ہو گیا۔

اس نے عرب رواج کے مطابق مجلس قائم کر کے مفاخرت آرائی کا چیلنج دیا۔ اس چیلنج بازی کے نتیجے میں مفاخرت ہوئی ثالث نے ہاشم کی برتری کا فیصلہ سنایا۔ امیہ کو وعدہ کے مطابق جلاوطنی قبول کرنی پڑی اور جرمانے میں دو اونٹ دینے پڑے۔ اس سے بنوہاشم اور بنوامیہ میں عداوت کی بنیاد پڑی۔

عبدالمطلب

قریش عبدالمطلب کا بڑا احترام کرتے تھے۔ وہ ایک بڑے خاندان اور قبیلے کے سربراہ تو تھے ہی، اس کے علاوہ خاص بات یہ تھی کہ انہوں نے برس ہا برس سے گمشدہ چاہ زم زم ڈھونڈ نکالا اور اہل مکہ کو آب زم زم کا لازوال خزانہ ہاتھ آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کو چاہ زم زم کی بڑی جستجو تھی ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ چاہ زم زم اسی جگہ موجود ہے جہاں بتوں کی قربان گاہ ہے اسے کھودا جائے تو زم زم نکل آئے گا اور یہ اتنا ہوگا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زائرین کے لئے کافی ہوگا۔ عبدالمطلب کو اپنے خواب کی سچائی پر یقین تھا لیکن قریش بتوں کی قربان گاہ کو کھودنے کے مخالف تھے وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح کھودنے سے بت ناراض ہو جائیں گے اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہوگی۔ لیکن عبدالمطلب با حیثیت آدمی تھے۔ انہوں نے مخالف کے باوجود کھدائی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کوئی بھی شخص اس کام میں شریک ہونے کو تیار نہیں ہوا۔ وہ اپنے بیٹے حارث کو لے کر کھدائی کرنے لگے۔ اس موقع پر اس کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میرے حارث کے علاوہ بھی بہت سے لڑکے ہوتے اور اس کار خیر میں میری مدد کرتے۔ انہوں نے منت مانی کہ اگر دس بیٹے ہوں گے تو ایک بیٹا خدا کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ ان کی کھدائی سے چاہ زم زم بھی نکل آیا اور بعد میں اس کے دس بیٹے بھی ہوئے۔ اب سوال منت پوری کرنے کا تھا۔ خانہ کعبہ میں قرعہ اندازی کی گئی اور عبداللہ کا نام نکل آیا۔ عبداللہ عبدالمطلب کو بہت عزیز تھے۔ یہی عبداللہ بعد میں نبی آخر الزمان کے والد بنے۔ عبدالمطلب منت کے مطابق عبداللہ کو بھینٹ چڑھانے پر تیار ہو گئے۔ لوگوں نے انہیں اس کام سے روکا اور ایک بزرگ عورت کی طرف رجوع کرنے کو کہا۔ عبدالمطلب اس عورت کے پاس گئے۔ اس عورت نے کہا کہ فدیہ کے دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالو۔ اگر عبداللہ کا نام نکلے تو اونٹوں کی تعداد بڑھا لو۔ قرعہ ڈالا گیا۔ ہر بار عبداللہ کا نام نکلتا رہا یہاں تک کہ جب سو اونٹ اور عبداللہ کا قرعہ ڈالا گیا تو اونٹوں کا نام نکل آیا۔ اس طرح حضورؐ کے والد عبداللہ بچ گئے اور ان کی جگہ سو اونٹ قربان کئے گئے۔

ابرہہ کا حملہ

شاہ حبش کی جانب سے یمن کے گورنر ابرہہ نے ۵۷۱ء میں خانہ کعبہ پر حملہ کیا اور ایک فوجی دستے کی مدد سے سرداران قریش کے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں پر قبضہ کر لیا ان میں عبدالمطلب کے دو سو اونٹ تھے ان کی بازیابی کے لئے عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے ایک ترجمان کے ذریعے گفتگو ہوئی۔ ابرہہ نے پوچھا کیا چاہتے ہو۔ آپ نے کہا کہ تیرے لشکری میرے اونٹ لے آئے ہیں وہ واپس دے دو۔ ابرہہ نے تکبر آمیز قہقہہ لگایا اور کہا اے عبدالمطلب اپنے کعبہ کی فکر کرو۔ اونٹوں کی فکر کیوں کرتے ہو۔ میں کعبہ گرانے آیا ہوں۔ ابرہہ کی یہ بات سن کر عبدالمطلب نے کیا نفیس جواب دیا۔ فرمایا:

کرے گا فکر اپنے گھر کی جو اس گھر کا مالک ہے
کہ جو اس گھر کا مالک ہے وہ بحر و بر کا مالک ہے

اس گفتگو کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے جانور واپس لے کر مکہ آئے اور لوگوں سے کہا کہ نکل جاؤ پہاڑوں کے دروں میں پناہ لو۔ پھر خود چند لوگوں کو لے کر خانہ کعبہ گئے اور دعا کی "اے اللہ بندہ اپنا گھر بچایا کرتا ہے تو بھی اپنا گھر بچا۔" دعا کے بعد خود بھی درے میں پناہ گزین ہو گئے۔ عبدالمطلب کے اعتقاد کے مطابق خدا نے اپنے گھر کی حفاظت کی اور ابرہہ کے لشکر پر ابابیلوں کے غول بھیجے جنہوں نے کنکر برسائے۔ قدرت

باقی صفحہ نمبر ۲۴ پر

فضائل اہل بیت

(گزشتہ سے پیوستہ) قسط نمبر ۳

شکور علی انور

اس حدیث کو حدیث فضیلہ اہلبیت کے ساتھ متضاد قرار دینا انتہائی ناانصافی ہی نہیں سراسر نادانی بھی

کیونکہ اس حدیث میں اہلبیت کی جگہ سنتی کو وارد کیا گیا ہے۔ جو سنت کے ساتھ التزام کا حکم ہے گو اس سے مزید ایک بات روشن ہو گئی کہ سو اہلبیت جس طرح قرآن کے ساتھ لازم بین امر ہے اسی طرح میری سنت بھی کتاب اللہ کے ساتھ ناقابل افتراق چیز ہے۔ تم جس طرح میری قرآن و سنت کو لازم پکڑے رہو اور پھر اہلبیت اطہار علیہم السلام کی محبت و مودت کو بھی گلے کی زینت بنا دو کیونکہ دونوں کی جداگانہ چیزیں نہیں ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اے احمد تو محمد بن ادریس شافعیؒ کے اس قول میں ہلاک ہو گیا کہ اس نے میری اس حدیث کو بیان کیا تھا کہ جو کوئی میری امت میں سے میری سنت کی چالیس حدیثیں حفظ کرے گا قیامت کے دن میں اس شخص کی شفاعت کروں گا تو یہ نہ سمجھنا کہ میری اہلبیت کے فضائل میری سنت میں داخل ہیں۔ (المودت القربیٰ ص ۳۱) اہل سنت مفتی اعظم قسطنطنیہ حضرت جلیل شیخ سلیمان قندوزی کتاب ینابیع المودت ص ۳۲۵ میں حدیث وارد کی ہے۔ الا من مات علی حب ال محمد مات علی السنۃ والجماعۃ۔ خبردار جو شخص (محمد اور) آل محمدؐ کی محبت پر مر گیا وہ تو سنت اور جماعت پر مر گیا۔ اور یہی روایت حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب موت القربیٰ ص ۹۹ مودت سیزدہم حدیث نمبر ۹ میں درج کی ہیں۔ ابن عدی نے روایت کی ہے۔

قرآن و سنت

قرآن مجید احکامات الٰہی کا معدن و حدود شریعت کا منبع اور سرچشمہ علوم الٰہی ہے۔ جس کی تفسیر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ارشادات نبویؐ کے بغیر قرآن شریف کی کسی بھی چھوٹی سی آیت کی تفہیم و توضیح ممکن نہیں ہے۔ شریعت طریقت اور حقیقت کے تمام اسرار و رموز آپ ہی کے ارشادات اور سنت کے اندر پائے جاتے ہیں چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

الشریعۃ اقوالی و الطریقۃ افعالی والحقیقۃ احوالی!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

شریعت میرے اقوال ہیں۔
طریقت میرے افعال ہیں اور
حقیقت میرے احوال ہیں۔ (کتاب نجم الہدیٰ)
(زبدۃ المناقب ترجمہ خلاصۃ المناقب، ص ۸۱)

اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآن و سنت کس حد تک لازم و ملزوم امر ہے۔

اہلبیت اور سنت

اس میں کوئی شک نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہر عمل پر سنت نبویؐ کو مشعل راہ بنایا۔ اور ہر معاملہ میں سنت رسول کریمؐ سے ہدایت حاصل کی اور رہنمائی پا کر امور دین کے سلسلے میں کامران رہے لیکن اہلبیت عظام علیہم السلام و جلیل القدر نفوس قدسیہ تھے جن کی رگ پے میں بسنت خیرالانام کی خوشبو رچی بسی تھی۔ وہ لوگ تو شموس آسمان حقیقت تھے ماہتاب علم نبی چراغ

خاندان نبوت میدان عرفان علوی کے شہسوار بحر معرفت کے گوہر آب دار تھے دراصل ان کی حیثیت محافظ سنت کی ہے ہے بلکہ اہل بیت عظام تو وارثین شریعت و طریقت حقیقت اور معرفت تھے ۔ کیونکہ اصفیاء کا عقیدہ یہی ہے ۔

صوفیہ کا عقیدہ

حضرت شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔ اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اس لئے کہ اولیاء کرام عالمین شریعت طریقت اور علماء ربانین ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ : العلماء ورثۃ الانبیاء ۔ یعنی علماء کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اس کے مصداق یہی کمالات والے اولیاء کرام ہیں۔

حضرت محمد صلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ان اولیاء کرام کی تعداد تین لاکھ سے بڑھ کر ہے دنیا ان کے فیوض و برکات سے ایک لحہ بھر کے لئے خالی نہیں رہ سکتی جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : لولا الابرار لھلک الفجار ۔ اگر نیکوکار لوگ موجود نہ ہوتے تو بدکار لوگ تباہ و برباد ہو جاتے ۔ واولھم علی وخاتمھم مھدی ۔ آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام ہیں اور خاتم الاولیاء حضرت امام مہدی علیہ السلام آخرالزمان ہیں۔

اولیاء کی حیثیت

جس طرح سے شریعت کے بارے میں انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا واجب ہے اسی طرح طریقت کے بارے میں اولیاء کرام پر ایمان رکھنا واجب ہے ۔ (کتاب الاعتقادیہ

تو یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اولیاء کرام تو وہی ہیں جو سرچشمہ ہدایت ہیں اور اپناتے ہیں جو سنت نبویؐ سے [illegible] عبادات اور معاملات غرضیکہ دین و دنیا کے ہر مسئلہ میں سنت نبویؐ ہی کا اتباع کرتے ہیں اور قرآنی احکام کی تعریف سنت نبوی سے متعین کرکے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس میں ذرا سا رد و بدل گوارا نہیں کرتے ۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض اسلامی مکتبہ فکر والوں نے مندرجہ بالا دو طرق حدیث کو متضاد و مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے حدیث ثقلین کی ہر طبقہ نے اکائی مقصد یعنی یک طرفہ مطالب اخذ کر کے اسلام میں انتشار و افتراق کا سامان پیدا کر دیا۔ جبکہ معاملہ ایسا نہ تھا ۔ اگرچہ حدیث ثقلین کی دوسری روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ سنت و اہل بیت یکجان دو قالب چیزیں ہیں لہذا ہمیں چاہیئے کہ سنت و اہل بیت کو بعدالمشرقین کے فاصلے پر نہ رکھا جائے۔ جن روایات میں اہلبیتی و عترتی کے الفاظ لائے گئے ہیں جو عین حقیقت حال کے مطابق ہیں اور جن روایات میں کتاب اللہ و سنتی کے الفاظ وارد کئے گئے ہیں وہ بھی اپنی جگہ قابل عمل اور ناقابل تردید احادیث ہیں۔ ان دونوں میں اعتدال ایسا بھی قائم کیا جا سکتا ہے جس طرح ہم نے مذکور کر لیا ہے لہذا اہل بیت اور سنت رسول مقبولؐ میں کوئی مغائرت نہیں پائی جاتی ۔

شان نزول آیہ مودت

صحیح بخاری صحیح مسلم مسند احمد بن حنبل اور کشاف میں اس آیت (قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی) کی شان نزول اس طرح مروی ہے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت) (کہہ دے کہ میں اس پیغمبری کا عوض اس کے سوا اور کچھ تم سے نہیں مانگتا کہ میرے قریبوں سے دوستی رکھنا) نازل ہوئی تو ہم (اصحاب رسول اللہؐ) نے عرض کی یا رسول اللہ وہ آپ کے قریبی رشتہ دار کون ہیں ؟ جن کی دوستی اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے ۔ حضرت نے جواب دیا کہ وہ علی فاطمہ حسن اور حسین علیہم السلام ہیں اور تین بار اس کو دہرایا (تفسیر

ثعلبی کشاف مودت القربیٰ ص ۹۰ دیباچہ ذاد السلعی ص ۵)

حضرت امام علامہ ابوالحجر مکی نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ ال حم اور عسق ہماری محبت کی آیت ہیں۔ ان کو ہر مومن یاد رکھتا ہے ۔ پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی ۔ قل لا اسئلکم (صواعق محرقہ ۱۸۳، ص ۱۷۳)

آیۂ مودت مفسرین کی نظر میں

دوسری حدیث میں محب طبری نے بیان کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرا اجر تم پر یہ مقرر کیا ہے کہ تم میرے قربیٰ سے محبت کرو اور میں کل روز قیامت اس مودت کے بارے میں تم سے سوال کروں گا۔ (صواعق محرقہ)

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنی اور اپنے اقرباء کی مودت طلب کی اور اس اللہ نے آپ کو مودت طلب کرنے کا حکم دیا ۔ وہ صرف مودت کرنے والوں کے لئے فائدہ رساں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے کا محبت کرنے والے کو فائدہ پہنچتا ہے ۔ وہ اللہ کا محبوب مقرب اور دوست ہو جاتا ہے۔ اور اس محبت سے اس کو کمال ایمان کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے ۔ اسی لئے نزدیک آیت مذکورہ میں مودت فی القربیٰ کی یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے۔ کہ میں تم سے بس یہی چاہتا ہوں کہ میرے اقرباء میرے اہلبیت اور میری اولاد سے محبت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی تھے آپ کے بعد اور کوئی نبی ہونے والا نہ تھا آپ کے بعد فرض تبلیغ کو ادا کرنے والے علماء امت ہی ہیں۔

اللہ نے اپنے نبیؐ کو اسی لئے حکم دیا کہ آپ امت کو اپنے اہلبیت سے محبت رکھنے کی تبلیغ کریں کیونکہ امام المسلمین حضرت علیؑ اور آئمہ اہلبیت جو آپ کی نسل میں سے ہوئے ۔ کمالات ولایت کے قطب تھے ۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا میں علم کا شہر ہوں علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ اس حدیث کو اتبراز اور طبرانی نے جابر سے نقل کیا ہے۔ اس روایت کی تائیدی شواہد وہ حدیثیں بھی ہیں جن کے راوی حضرت ابن عمر حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؑ ہیں۔ حاکم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ (تصوف) کے سلسلے آئمہ اہلبیت تک پہنچ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری ج نمبر ۱۰ اردو ص ۳۳۳) ۔

جب اہلبیت کے بارے میں اکثر علماء مفسرین کا اتفاق ہے اس میں کوئی تامل کی بات نہیں رہتی ۔ ابن کثیر میں ہے ہم اہلبیت کے ساتھ خیر خواہی کرنے کے منکر نہیں ہم مانتے ہیں کہ ان کے ساتھ احسان و سلوک اور ان کا احترام ضروری چیز ہے۔ روئے زمین پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرانا اور حسب و نسب میں اور فخر و مباہات میں بلاشک یہ سب سے اعلیٰ ہیں بالخصوص ان میں سے متبع سنت نبویؐ ہوں جیسے کہ اسلاف (اہلبیت) کی روش تھی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۶، ص ۱۴) اور اسی کتاب کی اسی صفحہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ حضورؐ کے اہلبیت میں رکھو۔ تو اس بات سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کے مقام و عظمت کی کبار صحابہ کی چشم ہدایت بین میں جتنی قدر تھی وہ قرآن اور اہلبیت کو دو ثقل خیال کرنے سے گریز کرتے تھے اور لوگوں کو اس بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لحاظ رکھنے کی تاکید فرماتے تھے ۔ اور اس آیت کے ذیل میں تفسیر حسینی میں ملا واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ آپ کے قرابت داروں کے ساتھ دوستی مراد ہے ۔ یعنی میں احکام پہنچانے کا بدلہ نہیں چاہتا مگر میرے عزیزوں کو دوست رکھیں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہونے کے بعد صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے قرابت دار کون ہیں ۔ جس کے ساتھ ہم دوستی کرنی چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا علی و فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام (تفسیر قادری ج ۲، ص ۳۷۵)

اور یہی حدیث برهان المحققین سرتاج محدثین حضرت امیر کبیر سید علی علی ہمدانی قدس شرف العزیز اپنی کتاب شہرہ آفاق المودت القربی میں لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس ا قال قال رسول اللہ صلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما نزلت ھذہ الایۃ کل لا اسئلکم علیہ اجراء الا المودۃ فی القربی فلنا یا رسول اللہ من قرابتک الذین فرض اللہ علینا مودتھم قال علی و فاطمہؑ و ابناھما ثلاث مرات (المؤدت دوازدھم حدیث نمبر ۲)

ابن عباس ا سے مروی ہے کہ جب آیۃ قل لا اسئلکم ..... الخ (یعنی اے محمد اپنی امت سے کہہ دے کہ میں پیغمبری کا عوض اس کے سوا اور کچھ تم سے تمہیں چاہتا کہ میرے قریبوں سے دوستی رکھنا) نازل ہوئی تو ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ وہ آپ کے رشتہ دار کون ہیں جن کی دوستی اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ وہ علی فاطمہ حسن اور حسین علیہم السلام ہیں یہ تین بار اس کو دہرایا۔ (ترجمہ زاد العقبیٰ ص ۹۰

یہ حدیث شریف اگرچہ لکھی جا چکی ہے لیکن چونکہ اس میں ثلاث مرات کی تاکید کے ساتھ روایت کی گئی ہے لہذا دوبارہ رقم کر دی گئی ہے جو مناسب معلوم ہوا۔ علامہ ابو الاعلیٰ مودودی اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں ۔ الا المودۃ بالقربی ۔ یعنی میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر قربیٰ کی محبت ضرور چاہتا ہوں ۔ اس لفظ قربیٰ کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بڑا اختلاف واقع ہو گیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ، ص ۵۰۱ حاشیہ نمبر ۴۱)

علامہ موصوف نے یہاں مفسرین کی آراء پیش کر کے معلومات فراہم کر دی ہیں۔ لیکن تیسرے گروہ کا مدعا یوں رقم کر رہے ہیں۔

تیسرا گروہ اقارب (رشتہ داروں کے معنی میں آتا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ میں تم سے اس کام پر کوئی اجر اس کے سوا نہیں چاہتا کہ تم میرے اقارب سے محبت کرو۔ پھر اس گروہ کے بعض حضرات اقارب سے تمام بنی عبد المطلب مراد لیتے ہیں۔ اور بعض صرف حضرت علی و فاطمہ اور ان کی اولاد تک محدود رکھتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ج ۴ ، ص ۵۰۱)

علامہ قندوزی حنفی علیہ الرحمہ اپنی کتاب میں آیۃ مودت کی شان نزول کے متعلق تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (بحذف اسناد) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جس وقت آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المؤدۃ فی القربی نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ لوگ کون ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا وہ علی فاطمہ حسن و حسین ہیں۔ (ینابیع المودت اردو باب ۳۲ ، ص ۱۸۳ حدیث نمبر ۱)

ماخذ کتب کی فہرست

۱ ۔ قرآن مجید
۲ ۔ مودت القربیٰ
۳ ۔ زاد العقبیٰ
۴ ۔ صواعق محرقہ
۵ ۔ تفسیر ابن کثیر
۶ ۔ جامع ترمذی
۷ ۔ کتاب ینابیع المودت باب نمبر ۱۱ ، ص ۹۰
۸ ۔ ینابیع المودت ص ۳۲ حدیث نمبر ۹
۹ ۔ مشکوٰۃ شریف
۱۰ ۔ المودت القربیٰ ص ۳۱ باب دوم حدیث نمبر ۲۱
۱۱ ۔ ینابیع المودت ص ۳۲۵ مودت القربیٰ ۹۹ مودت سیزدھم حدیث نمبر ۳
۱۲ ۔ ینابیع المودت حدیث نمبر ۱۵۳ ، ص ۲۹۶
۱۳ ۔ کتاب نجم الھدیٰ ترجمہ خلاصۃ المناقب ص ۱۱
۱۴ ۔ کتاب الاعتقادیہ
۱۵ ۔ تفسیر ثعلبی تفسیر کشاف
۱۶ ۔ المودت القربیٰ ص ۹۰
۱۷ ۔ صواعق محرقہ ص ۱۸۳

باقی صفحہ نمبر ۲۲ پر

غزل عرفانی (صوفیانہ)

از ایت اللہ روح اللہ خمینی مرحوم

من بخال لبت ای یار گرفتار شدم
چشم بیمار تو را دیدم و بیمار شدم

فارغ از خود شدم و کوس انا الحق بزدم
ہمچو منصور خریدار سردار شدم

غم دلدار فکندہ است بجانم شرری
کہ بجان آمدم و شہرہ بازار شدم

در میخانہ گشائید برویم شب و روز
کہ من از مسجد و از مدرسہ بیزار شدم

جامہ زہد و ریا کندم و برتن کردم
خرقہ پیر خراباتی و ہشیار شدم

واعظ شہر کہ از پند خود آزارم داد
از دم رندی آلودہ مددکار شدم

بگزارید کہ از بتکدہ یاد بکنم
من کہ بادست بت میکدہ بیدار شدم

ترجمہ

مرد کہستانی

خال لب کا ترے اے دوست گرفتار ہوا
چشم بیمار ترا دیکھ کے بیمار ہوا

خود سے گزرے تو اناالحق کا لگایا نعرہ
مثل منصور خریدار سردار ہوا

غم دلدار نے وہ آگ لگائی دل میں
کہ اسی شہر میں میں شہرہ بازار ہوا

جب سے مے خانہ کا دروازہ کھلا میرے لئے
مسجد و مدرسہ سے دل مرا بیزار ہوا

جامہ زہد کو جب چھوڑ کے پہنا میں نے
خرقہ پیر خرابات تو ہشیار ہوا

واعظ شہر نے چھڑکا مرے زخموں پہ نمک
تو دم رند بلا نوش مددگار ہوا

بتکدے میں مجھے چھوڑو کہ اسے یاد کروں
میں کہ دست بت کافر سے ہوں بیدار ہوا

(بقیہ فضائل اہل بیت)

۱۸ ۔ تفسیر مظہری اردو ج نمبر ۲، ص ۳۲۳
۱۹ ۔ تفسیر ابن کثیر اردو ج ۵، ص ۱۴
۲۰ ۔ تفسیر قادری ج ۲، ص ۳۷۰
۲۱ ۔ المودت القربیٰ مودت نمبر ۲ حدیث نمبر ۴
۲۲ ۔ تفسیر تفہیم القرآن ج ۴، ص ۵۰۱
۲۳ ۔ تفسیر تفہیم القرآن ج ۴، ص ۵۰۱
۲۴ ۔ ینابیع المودت باب نمبر ۳۲ ص ۱۶۳، حدیث نمبر ا

(بقیہ چاہتا ہوں میں)

نعت

کرم کی آس سے اس دل کو آسودہ کرو آقا
غم ہستی کے سب قصے بھلانا چاہتا ہوں میں

شکیبا کیجئے میرے دل صد چاک کو آقا
کہ اس میں یاد کو تیری بسانا چاہتا ہوں میں

نگاہ لطف سے میری بھی جانب دیکھ لو آقا
کہ اب بگڑی ہوئی قسمت بنانا چاہتا ہوں میں

نگاہ لطف کی اپنے گدا کو بھیک دو آقا
کہ اب تم سے دو عالم کا خزانہ چاہتا ہوں میں

غریب شہر ہر بستی میں رہتا ہوں سنو آقا
کہ کوچے میں ترے اپنا ٹھکانا چاہتا ہوں میں

کبھی حسنینؑ کے صدقے مری جھولی بھرو آقا
متاع عشق دنیا کو دکھانا چاہتا ہوں میں

مری ہستی کی پہچاں ہے تو تیرے نام کو آقا
اب اپنے فن کی بھی پہچان بنانا چاہتا ہوں میں

بھی اب فکر میرا اور میرا ذکر بھی نادی
بھی اک نعت دنیا کو سنانا چاہتا ہوں میں

دعاؤں کا محل وقوع

ظفر اقبال مسکین

ارشاد خداوندی ہے۔ امن یجیب المضطر اذادعاہ و یکشف السوء (پ-۲۰، آیت-۱) کیا ہے کوئی جو بے قرار ولاچار کی فریاد کو سنے جبکہ وہ اسے پکارے اور (پھر وہ تکلیف (اس سے) دور کرے۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اس کی مخلوق کی دعا آہ وزاری اور گڑگڑاہٹ سننے والا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام انسان نبیوں سے لے کر امتوں تک سب کے سب اللہ کے محتاج اور زندگی رواں دواں رکھنے کے لئے اس کے در کے سوالی ہیں اور ان سب بزرگ ترین ہستیوں اور اولیاء اللہ پر تکلیفوں، مصیبتوں، رنجوں، غموں، بیماریوں، لاچاریوں اور محتاجیوں کے پہاڑ گرے ان بندگان خدا نے (اللہ کا ان پر درود و سلام ہو) اللہ ہی کے در پر گڑگڑ کر دعائیں مانگیں انتہائی عاجزی اور خلوص و خشیت سے صاحب جلال و جبروت کے در پر دستک دی آہ نیم شبی اور گریہ سحرگاہی سے رحم کی درخواستیں کیں۔ تو مجیب الدعوات ذات نے ان کے غم والم کی بدلیاں ہٹا دیں۔ تاریک رات کے سینے سے فرحت وانبساط اور حاجت روائیوں کی عیدوں کا سپیدہ پھوٹ نکلا۔ مذکورہ آیت سے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ء الہ مع اللہ۔

کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود (حاجت روا) بھی ہے؟ یعنی ایسا معبود حاجت روا جو لاچاروں کی دعا سنتا ہو اور اس کا دکھ دور کرتا ہو؟ اس سوال کا جواب زندہ ضمیر ہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں حاجت روا، مشکل کشا۔ عاجزوں، لاچاروں، بے بسوں اور پریشان حالوں کی آہ و فغاں سننے والا اور ان کی بگڑی بنانے والا صرف وہی ذات ہے۔ رسولؐ اللہ کی پاک زندگی پر نظر ڈالئے۔ سوا لاکھ صحابہؓ کے شب و روز کا مطالعہ کیجئے۔ کربلا کے میدان کا نقشہ دیکھئے تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اترنے والی مصائب کو روکنے والا، اور نازل شدہ نوائب کو دور کرنے والا بجز اللہ واحد القہار کے کوئی نہیں ہے۔

ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

والذین تدعون من دونہ لایستطیعون نصرکم ولا انفسھم ینصرون (پ-۱۹، ع-۱۱) اور جن کو تم لاچاروں اور پریشانیوں میں اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تو اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ دعا اور پکار صرف اللہ ہی کے آگے ہونی چاہئے کسی غیر کو نہیں پکارنا چاہئے۔ یہ حکم اللہ دے رہا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔

فلاتدعوا مع اللہ احدا (پ-۲۹، ع-۱)

پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو۔

احد۔ نکرہ ہے جو عمومیت کا فائدہ دیتا ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے سوا اس کی ساری مخلوق میں سے کسی کو نہ پکارو۔ احدا میں غیر اللہ آگیا۔

ولاتدع من دون اللہ مالا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظلمین (پ ۱۱، ع-۱۶)

"اور نہ پکارو اللہ کے سوا اس کو جو نہ نفع دے سکے تجھ کو اور نہ ضرر پہنچا سکے تجھ کو پھر اگر تو نے ایسا کیا (یعنی اگر کسی غیر اللہ کو پکارا) تو تم اس وقت ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کوئی بھی فوق الاسباب طور پر نافع اور ضار نہیں ہے پس ان کو پکارنا ظلم ہوا۔

اسی لئے حضرت محمدؐ نے (ہماری جانیں آپ پر فدا) بے شمار دعائیں اللہ کے آگے کی ہیں ہر ہر بات کے لئے، ہر گھڑی، ہر آن اللہ ہی کو پکارا ہے، اور امت کو اپنے عمل سے ہر درس دیا ہے کہ وہ بھی ان دعاؤں کے ساتھ ہی اللہ سے حاجت روائی چاہیں۔ دنیا و دین کی بھلائیاں اور خوبیاں مانگیں تو آپ ہی انصاف کریں کہ جہاں حافظ ناموس آدم خواجہ بدر و حنین، حضرت محمدؐ کی زبان کے موتی بکھرے ہوں۔ حدیثوں کے پھول کھلے ہوں اور

دعاؤں کے نغمے عنبر فشاں ہوں۔ آفتاب نبوت ضوریز اور بدر منیر کی چاندنی حسن عالم کو نکھار رہی ہو۔ سراجاً منیراً گھر گھر اجالا کرے اور سرور حیات ہر گام اور ہنگام پر پیشوا ہو اور پھر جب۔

بکھر گئے ہیں فضاؤں میں نغمہ ہائے طرب
سراپا صبح منور ہوئی ہے ظلمت شب !

جو موحد مسلمان۔ اچھے کردار، اعلیٰ اخلاق، صوم و صلوٰۃ اکل حلال اور صدق مقال کی پوری پوری پابندی کے ساتھ ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں کانوں اور زبانوں پر کڑا احتساب کرے۔ جھوٹ وعدہ خلافی، غیبت، بہتان، حسد، تکبر، کینہ، دھوکہ، فریب سے بچتے ہوئے دعاؤں کو خلوص اور قلب سے ہر روز پڑھے۔ وہ شخص دنیا اور دین کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی معراج کو پائے گا۔

اللہ تعالیٰ اسے غموں، فکروں، مصیبتوں، مرضوں، کربوں، لاچاریوں، ذہنی غفلتوں اور کسلوں سے نجات دے گا۔ اس کی حیات مستعار کا ہر لحہ برکت سے معمور ہو گا۔ رب العزت کی طرف سے اسے بشارتیں ملیں گی اور قرب خدا حاصل ہو گا اور اللہ کے فضل سے یہ مرد مومن الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ کے زمرے میں داخل ہو جائے گا۔ (اللہ ہم سب کو یہ مرتبہ نصیب کرے۔ آمین)

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی
(اقبال)

اقوال حضرت جنید بغدادیؒ

محمد حسین کوروی

۱۔ حضرت جنیدؒ اپنے ساتھیوں اور مریدوں سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا علم (تصوف و طریقت) قرآن و سنت سے مضبوط ہے۔ جو شخص قرآن کو حفظ نہیں کرتا حدیث کتاب نہیں کرتا اور فقہ نہیں پڑھتا وہ اس لائق نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

۲۔ ہمارا علم یعنی علم تصوف، حدیث رسولؐ سے گہرا رشتہ رکھتا ہے۔

۳۔ ہمارے ظاہری و باطنی علوم دونوں طرح کے اعمال اور علوم قرآن اور اخبار و آثار رسولؐ سے ثابت ہیں۔

۴۔ جنیدؒ سے کسی نے پوچھا: آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا تو انہوں نے اپنے گھر کی سیڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اس سیڑھی کے نیچے اللہ تعالیٰ کے سامنے بیس سال بیٹھے رہنے سے۔"

۵۔ اسلامی تصوف کی بنیاد قرآن کی تعلیمات، احادیث نبویؐ، صحابہ کی پاک زندگی اور تابعین اور تبع تابعین کی پاک سیرت پر ہے۔"

۶۔ ایک روایت ہے کہ ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک بزرگ ساتھی حضرت علی بن محمد حاتم کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ جو علم مجھ سے تحریری طور پر منسوب رہے۔ میرے بعد وہ سب دفن کر دیا جائے، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد کوئی چیز مجھ سے منسوب کی جاتی ہے اور تمہارے لئے بس اللہ اور اس کا رسولؐ کافی ہیں۔ اس کے علاوہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں۔"

۷۔ لوگوں کے معاملات میں صوفیا کو چاہئے کہ احتیاط سے کام لیں۔ کیونکہ اہل تصوف اپنی گفتگو میں الفاظ پر ایک ظاہری پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یہ جان لینا ضروری ہے کہ عوام الناس کو کیا بتانا ضروری ہے اور کس امر کو اخفا میں رکھنا ہی بہتر ہے۔

۸۔ طریقت کسی بھی حوالے سے رہبانیت کی طرف نہیں جا سکتی۔

۹۔ صوفیوں کی صحبت میں مجنون کا کوئی کام نہیں۔ صوفیوں کی صحبت میں لوگوں کو ہوش و حواس میں بیٹھنا چاہئے۔

۱۰۔ انسان جب خدا کے ساتھ ہو جائے تو پھر اس کا کسی دوسری ہستی سے کوئی تعلق نہیں رہنا چاہئے۔"

۱۱۔ تصوف ایک ہی سعی مسلسل ہے جس میں انسان ہمیشہ مشغول رہتا ہے۔

۱۲۔ انسان کی تمام صفات اصل میں عکسی صفات ہیں۔

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

بیدل اور نظریہ ارتقاء

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

تعارف

عمل ارتقا اس عمل کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں قابل وراثت تبدیلیاں جمع ہوتی رہتی ہے اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ تنوع اور بوقلمونی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سادہ لفظوں میں یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر آنے والی نسل گزشتہ نسل سے جسمانی اور ذہنی طور پر زیادہ ترقی یافتہ ہوا کرتی ہے۔ عمل ارتقا کو سمجھنے کے لئے "جنیات" (Genetics) کے علم سے واقفیت ضروری ہے نیز فاسلز کا علم Paleontology بھی اس علم کے مطالعے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

ارتقاء کا علم صرف حیاتیات (Biology) کے حوالے سے ہی نہیں بلکہ انسانی تہذیب و تمدن سے متعلق تمام علوم کے مطالعے میں کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ علم صرف مفروضوں پر نہیں بلکہ ٹھوس سائنسی حقائق اور شواہد پر استوار ہوا ہے۔ بدقسمتی سے ماضی میں ارتقاء کے نظریات کی اسلامی تعلیمات کے ساتھ تطبیق کرنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی جس کے باعث رجعت پسند علمائے دین نے اس علم کو ہی کافرانہ قرار دے کر یک قلم مسترد کر دیا۔ اس طرح ڈارون کے نظریات کا مذاق اڑایا گیا جیسا کہ اکبر الہ آبادی کے اس شعر سے صاف اظہار ہوتا ہے۔

کہا منصور نے خدا ہوں میں
ڈارون بولا بوزنا ہوں میں

یقیناً آدمی بندر کی اولاد نہیں لیکن کائنات اور دنیا کی تاریخ میں ارتقائے کے عمل کی کارفرمائی ضرور رہی ہے۔ عہد حاضر کے کچھ روشن خیال علماء نے عمل ارتقاء کی قرآنی آیات کی روشنی میں تشریح کرنے کی سعی کی ہے جبکہ اہل تصوف صدیوں پہلے ہی اس علم کا دوٹوک الفاظ میں اثبات کر چکے ہیں۔ چنانچہ مثنوی مولوی رومی کے مطالعے سے بھی ہمیں ارتقاء کے نظریات کی صداقت کا پتہ چلتا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ہم پہلے عمل ارتقاء کے متعلق سائنسی معلومات مختصراً پیش کریں گے اس کے بعد قرآن اور نظریہ ارتقاء کے موضوع سے آیات قرآنی کی روشنی میں اس علم کی حقیقت کو آشکار کرنے کی کوشش کریں گے اور ثالثاً اصحاب تصوف اور اسلامی مفکرین کی آراء کو پیش کریں گے۔

اس سے قبل نوائے صوفیہ میں شائع شدہ مضمون حقیقت کائنات کی طرح عمل ارتقاء پر بھی موجودہ مضمون ناقص، نامکمل اور تشنہ بحث ہوگا۔ اور ارباب فکر و نظر سے پرزور اپیل ہے کہ واشگاف الفاظ میں اپنی تنقید "نوائے صوفیہ" کو برائے اشاعت ارسال فرمائیں اور اس اہم اور حساس موضوع پر صحیح اور جامع معلومات فراہم کریں۔

عمل ارتقا سائنس کی روشنی میں

تمہید: نظریہ ارتقاء کی تمہید کے طور پر ہم اولاً دنیا کی مختصر تاریخ، زندگی کی مختصر تاریخ اور نظریہ ارتقاء سے قریبی تعلق رکھنے والے سائنسی علوم کا مختصر تعارف پیش کریں گے۔

دنیا کی مختصر تاریخ

نوائے صوفیہ میں اس سے قبل شائع شدہ مضمون حقیقت کائنات میں دنیا کی پیدائش پر بحث ہو چکی ہے۔ چونکہ ارتقاء کا عمل ابتدائے آفرینش سے ہی جاری و ساری ہے اس لئے اس موضوع پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

آج سے تقریباً پانچ بلین سال قبل ہماری کہکشاں (Milky way) کے ایک کنارے پر ہمارے نظام شمسی نے جنم لیا۔ ہماری زمین ابتدا میں گیس کے ایک گولے کی شکل میں تھی جس کے ذرات باہمی تجاذب کے باعث ایک دوسرے سے

قریب آتے گئے اور ٹھوس شکل اختیار کر گئے۔ بیرونی حصے کے دباؤ اور اندرونی جانب کی تابکاری کے عمل نے زمین کے مراکز کو پگھلا دیا جو پگھلے ہوئے لوہے اور نکل کی شکل میں موجود ہے جس کا قطر تقریباً ۲۷۰۰ کلو میٹر ہے اس مرکز کے گرد تقریباً ۳۰۰۰ کلو میٹر موٹی سلیکیٹ کی تہہ ہے۔ سب سے بیرونی حصہ یا خول صرف ۴۰ کلو میٹر موٹا ہے جب کہ سمندر کی تہہ میں بعض مقامات پر یہ موٹا صرف ۵ کلو میٹر رہ جاتی ہے۔

آج سے تقریباً چار بلین برس قبل زندگی کا آغاز ہوا چنانچہ ۳۰۵ بلین سال پرانی چٹانوں میں زندگی کے شواہد پائے گئے ہیں پھر سمندروں میں بکثرت جاندار اشیاء پیدا ہوئیں جبکہ خشکی پر ابھی زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس کا سبب وہ بالائے بنفشی شعاعیں تھیں جن کی موجودگی میں زندگی کا وجود ممکن نہ تھا۔ رفتہ رفتہ زمین کی آب و ہوا تبدیل ہوئی اور سمندری جانوروں کے تنفس اور دیگر عوامل کے نتیجے میں آکسیجن گیس پیدا ہوئی اس آکسیجن سے اوزون گیس بنی جس نے کرہ ہوائی کے اوپر ایک چادر سی بنالی جس میں سے گزرنا بالائے بنفشی شعاعوں کے لئے ناممکن تھا۔ یوں خشکی پر حالات کے سازگار ہونے سے جاندار اشیاء نے سمندر سے خشکی پر ہجرت کا آغاز کیا اور یوں خشکی پر بھی انواع واقسام کے جانداروں نے قبضہ جمالیا۔

زمین کی جغرافیائی تاریخ کا جدول

زمین کی جغرافیائی تاریخ کو ہم زمانہ (EON) دور (ERA) اور عہد (PERIOD) کے پیمانوں کی مدد سے مندرجہ ذیل جدول سے واضح کر سکتے ہیں۔

اس طویل تاریخ میں کئی قیامتیں MASS EXTINCTIONS گزر چکی ہیں۔ جن میں بے شمار جاندار اشیاء صفحہ ہستی سے نیست ونابود ہو گئی تھیں۔

(دیکھئے صفحہ ۲۷)

علیؑ کی فضیلت مصطفیٰ کی نظر میں

محمد حسن نوری
متحدہ عرب امارات

علیؑ اولیاء کے سردار اور مصطفیٰ انبیاء کے سردار ہیں۔ وہ خصوصی تعلق جو مولائے کل علیؑ کے ساتھ حضورؐ کو ہے۔ اور کسی کو نصیب نہیں۔ روایت ترمذی ہے۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی لا یحل لاحد یجنب۔ روایت ہے کہ ابن سعید سے فرمایا حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے واسطے اے علیؑ سوائے میرے اور تیرے کسی کو جائز نہیں کہ جنابت کی حالت میں اس مسجد میں قدم رکھیں۔ ایک روز مولائے کائنات علیہ السلام ایک کھجور کے درخت کی جانب گزرے۔ اس کھجور نے با آواز بلند کہا۔ ھذا محمد سید الانبیاء ھذا علی سید الاولیاء ابوالائمۃ الطاہرہ۔ یہ محمد علیہ السلام ہیں جو رسولوں کے سردار ہیں۔ اور یہ علی علیہ السلام ہیں جو ولیوں کے سردار ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں جناب رسول اکرم نے فرمایا۔ انا مدینۃ العلم و علی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ علم سے مراد یہاں معرفت الٰہی ہے۔ یعنی اللہ پاک کو پہچاننے کا فن۔ جو اس شہر میں داخل ہو گا وہ خدا کو پہچان لے گا۔ اور اس شہر میں داخل ہونے کا دروازہ علی ہے۔ بغیر اس دروازے کے شہر میں کوئی نہ پہنچ گا۔ مطلب یہ ہے کہ علیؑ کے بغیر رسول اور رسولؐ کے بغیر خدا نہیں مل سکتا ہے۔ علیؑ ہی کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا: لحمک لحمی ودمک دمی یعنی
من تو شدم تو من شدی۔ من جان شدم تو من شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسی طرح ارشاد ہے جس میں دو خصلتیں ہوں گی وہ عذاب الٰہی سے نجات پائے گا۔ (۱) سچ بولنا (۲) علی و آل علی سے محبت رکھنا۔

دنیا کی تاریخ کا جدول

زمانہ (EON)	دور (ERA)	عہد (PERIOD)	آغاز	رونما ہونے والے اہم واقعات
ہیڈین			4.5 بلین سال قبل	زمین کی پیدائش
آرکین			3.8 بلین سال قبل	زندگی کا آغاز پرکاریوٹس (نامکمل یک خلوی) جاندار اشیاء کی نشوونما
پروٹیروزوائیک			2.5 بلین سال قبل	یوکاریوٹس (مکمل یک خلوی) جانداروں کا ارتقاء ۔ دیگر انواع کے جانداروں کی پیدائش
فینیروزوائیک			600 ملین سال قبل	
	پیلیوزوائیک	کیمبرین	600 ملین سال قبل	بہت سی انواع کے جاندار اور الجی کی پیدائش کانٹے والے غیر فقاریہ
		اورڈوویشین	500 ملین سال قبل	جانداروں اور مچھلیوں کی افزائش ۔ پہلی قیامت کے ساتھ اس عہد کا خاتمہ ہوا۔
		سیلورین	440 ملین سال قبل	بغیر جبڑے کی مچھلیوں کی افزائش ۔ ہڈی والی مچھلی کی پیدائش، اور ابتدائی حشرات کا آغاز
		ڈیوونیئن	400 ملین سال قبل	ہڈی اور کارٹیلیج والی مچھلیوں کی پیدائش و افزائش، ایمونائیٹز، ایمفی بین اور حشرات کا آغاز اس عہد کے آخر میں دوسری قیامت آئی۔
		کاربونی فرس	345 ملین سال قبل	ابتدائی پودوں کے جنگلات [illegible] افزائش ۔ ایمفی بین کی مزید افزا[illegible] والے جانوروں کا آغاز
		پرمین	290 ملین سال قبل	رینگنے والے جانوروں کا مزید ارتقاء اس عہد کے آخر میں تیسری قیامت برپا ہوئی۔
	میزوزوئیک	ٹرائیاسک	245 ملین سال قبل	ابتدائی ڈائنوسارز، ابتدائی ممالیا جانور، جمنوسپرم پودے، آبی فقاریہ جانوروں کی افزائش براعظم سرکنا شروع ہوئے ۔ اس عہد کے آخر میں چوتھی قیامت آئی۔
		جراسک	195 ملین سال قبل	ڈائنوسارز کی حکومت، ابتدائی پرندے اور دودھ پلانے والے جانور براعظم سرکتے رہے۔
		کری ٹیشین	138 ملین سال قبل	براعظم بڑی حد تک ایک دوسرے سے دور ہو گئے ڈائنوسارز کی افزائش جاری رہی ۔ انجیوسپرم پودوں اور ممالیا کی افزائش شروع

			ہوئی۔
سینوزوئیک	ٹرشری	66 ملین سال قبل	ممالیا پرندوں اور انجیو سپرم پودوں اور حشرات کی بہتات ، براعظم تقریباً موجودہ حالت میں۔
	کوارٹری	2 ملین سال قبل	برف کے زمانے اور بہت سے ممالیا جانوروں کا خاتمہ ، ابتدائی انسان کا ارتقاء ، تہذیب کا آغاز

نوٹ:

ایک بلین سال = ۱۰۰۰ ملین سال
ایک ملین سال = 10 لاکھ سال

پیلی آنٹالوجی (PALEONTOLOGY) کیا ہے؟

فاسلز کے مطالعے کے علم کو پیلی آنٹالوجی کہتے ہیں۔ فاسلز (FOSSILS) سے مراد وہ زندہ اشیاء ہیں جو عہد قدیم میں مرنے کے بعد چٹانوں کی تہوں میں محفوظ ہو چکے ہیں۔ ان چٹانوں کی کھدائی سے ایسے فاسلز کے ڈھانچے برآمد کئے جا سکتے ہیں اور ان کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس مطالعہ سے ہمیں ارتقاء کی جملہ کڑیوں کے متعلق سائنسی شواہد مل جاتے ہیں۔

چٹانوں کی عمر کا اندازہ تابکار مادوں یعنی یورینیم ، تھوریم ریڈیم یا پوٹاشیم کی تابکاری سے لگایا جاتا ہے۔ مثلاً یورینیم کی اس مقدار کا جواب بھی چٹان میں موجود ہے۔ اس مقدار سے جو سیسے میں تبدیل ہو چکا ہے موازنہ کرنے سے چٹان کی عمر کا بالکل ٹھیک اندازہ لگایا جا سکتا ہے جس میں صرف ۵ فیصد فرق کا امکان ہوتا ہے۔

فاسلز کے ریکارڈ سے ایک طویل عرصہ تک یہ اندازہ لگایا جاتا رہا کہ بہت سے پیچیدہ انواع کے جاندار اچانک کیمبرین عہد میں پیدا ہوئے۔ ایسے فاسلز کا مطالعہ برطانیہ میں ملنے والی 600 ملین برس قبل پرانی چٹانوں میں کیا گیا۔ ۱۹۵۰ء میں ایسی چٹانیں دستیاب ہوئیں جو کیمبرین عہد سے پہلے کے خلا کو پر کرنے میں مددگار ہوئیں۔ ان چٹانوں میں بہت سے سمندری جانوروں کے فاسلز ملے۔ ۲ بلین سال قبل کی بعض چٹانوں میں موجودہ دور کے بیکٹیریا سے مماثل جانداروں کے فاسلز پائے گئے ہیں جبکہ کیمبرین عہد سے قبل کے قدیم ترین فاسل مغربی آسٹریلیا سے حاصل ہونے والی چٹانوں میں ملے ہیں جو ساڑھے تین بلین سال پرانے ہیں۔

علم جنییات (GENETICS) کیا ہے؟

علم جنییات (GENETICS) حیاتیات کی ان اہم ترین شاخوں میں سے ہے جنہوں نے علمی دنیا پر واضح اثرات مرتب کئے ہیں۔ علم جنییات کو سمجھنے کے لئے خلیوں کے علم یعنی (HISTOLOGY) سے بھی واقفیت ضروری ہے۔ ہسٹالوجی کے علم سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جاندار اجسام خلیوں (CELLS) سے مل کر بنے ہوتے ہیں مثلاً انسانی جسم کروڑوں خلیوں سے ترکیب پاتا ہے جن کو خوردبین کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔

سیل کے تین بنیادی حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ بیرونی غلاف (CELL MEMBRANE)

۲۔ سائی ٹو پلازم (CYTOPLASM)

۳۔ مرکزہ (NUCLEUS)

سیل کا مرکزہ یا نیوکلئیس کروموسومز سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ کروموسومز کی تعداد ہر جاندار کی نوع (Species) کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً انسانی خلیے میں کروموسومز کی تعداد 46 ہے جو 23 جوڑوں کی شکل میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ کروموسومز جینز (GENES) سے تشکیل پاتے ہیں اور جینز بنیادی طور پر ڈی او کسی رائبو نیوکلئیک ایسڈ یا (DNA) سے مرکب ہوتے ہیں۔ یہ جینز یا DNA کسی بھی خلیے کے تمام افعال کو کنٹرول کرتے ہیں جس طرح انسانی دماغ جسم کے افعال کو کنٹرول کرتا ہے۔

(جاری ہے)

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارہ کے نام بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوال نمبر ۱۔ سلام پھیرنے کے بعد کلمہ طیبہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۲۔ سلام پھیرنے کے بعد کلمہ طیبہ انکار کرنا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۳۔ چوروں کا ایک گروہ اپنے ساتھی چور کی امامت میں نماز جماعت ادا کرتا ہے تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

سوال نمبر ۴۔ کنوارے لڑکے کا کسی کنواری لڑکی کے ساتھ نکاح متعہ کرنا کیسا ہے؟

سائل غلام مہدی تابانی یوچنگ مقیم کراچی

سوال نمبر ۵۔ کیا مسجد کو دی گئی رقم سے ایندھن کی خریداری درست ہے؟

سوال نمبر ۶۔ استنجا اور وضو میں وقفہ ہو تو کیا وضو درست ہوسکے گا؟

سوال نمبر ۷۔ گلبدن کہتا ہے کہ سنو لوگو، خندہ گل بارہ ائمہ کرام علیہ السلام کو نہیں مانتا ہے اور نہ سنت رسول کو مانتا ہے۔ خندہ گل کہتا ہے کہ آگاہ رہو لوگو گلبدن مجھ پر جھوٹا الزام عائد کرتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا بنے گا؟

سائل محمد یونس طالبعلم محلہ باچی شیلو بالا

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ہمارے ہاں سلام پھیرنے کے بعد جو کلمہ طیبہ پڑھنے کا طریقہ کچھ جگہوں میں رائج ہے اس کا پس منظر درج ذیل ہے۔

خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ کریس میں پیر محمد شاہ زین الاخیار مرحوم کے زمانے میں سید علی کریسی کی جانب سے کلمہ طیبہ کے اختتامی جملے۔ و علی مبغضہم لعنۃ اللہ۔ کی ایک مخصوص رنگین وضاحت پیش کرنے پر ایک مخصوص گروہ (نوربخشی نہیں) کی دل آزاری ہوتی تھی۔ چنانچہ سید علی کریسی صاحب نے ان کی محض دل آزاری کے لئے پیر صاحب مرحوم کو پر اصرار مشورہ دیا کہ ہر فرض نماز کے اختتام پر اوراد پڑھنے سے پہلے بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا جائے چنانچہ پیر محمد شاہ مرحوم نے ان کے اصرار پر ایسا کرنا شروع کیا۔ یہ عمل صرف خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ کریس میں ہوا کرتا تھا۔ اس بات کی تصدیق محترم سید خورشید عالم صاحب کا ترجمہ کردہ نسخہ دعوات صوفیہ شائع کردہ انجمن نوربخشیہ سرموں چھوغو گرونگ سے ہو جاتی ہے۔ اس مترجم نسخے کے حاشیے پر صاف لکھا ہوا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد کلمہ طیبہ کا پڑھنا بحکم پیر محمد شاہ ثابت ہے۔ خوب آگاہ رہے کہ اہل صوفیہ نوربخشیہ کے ہاں ہر نیک عمل کا مقصد "قربۃ الی اللہ" ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی نیک عمل کا بھی مقصد کسی فرد یا گروہ کی دل آزاری ہو تو یہ باعث ثواب کام نہیں ہوگا بلکہ اہل افتاء سے اس کا آسان سا فتویٰ پوچھا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات سلام پھیرنے کے بعد صرف نماز فجر کے موقع پر کلمہ طیبہ پڑھتے دیکھے گئے ہیں اور باقی چار اوقات میں وہ ایسا نہیں کرتے۔ اس ضمن میں کسی وقت کی تخصیص بھی باعث اہمیت نہیں ہے۔ گویا اس عمل کی اصل تاریخ سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نفس کلمہ طیبہ کا انکار کرنا تو موجب کفر ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد کلمہ طیبہ پڑھنے کا اہتمام نہ کرنا کوئی باعث قباحت بھی نہیں کیونکہ یہ محل استغفار ہے۔ لہٰذا سلام پھیرنے کے بعد "استغفر اللہ العظیم" تین بار کے ساتھ اوراد کا آغاز کرنا سلسلۂ ذہب کے

تمام اصحاب کرامات بزرگان دین کا معمول رہا ہے۔

جواب نمبر۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

شریعت محمدیہ کی رو سے ظاہراً فاسق فرد کی امامت لپنے جیسے فاسق افراد کے لئے سزاوار ہوتی ہے۔ لہذا چور کی امامت چور کے لئے ضرور سزاوار ہے۔

جواب نمبر۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

عقد متعہ نکاح کی ایک قسم ہے چنانچہ فقہ الاحوط میں اس کے لئے نکاح متعہ کا عنوان قائم کر دیا گیا ہے۔ لہذا کسی کنوارے لڑکے کا کسی کنواری لڑکی سے نکاح فقہ الاحوط کی رو سے درست ہے۔

جواب نمبر۵۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مسجد کو دی گئی رقم سے سردیوں میں جلانے کی لکڑی خریدی جا سکتی ہے۔ اسی طرح سے ہر قسم کا ایندھن خریدا جا سکتا ہے جو نماز گزاروں کی سہولت کے لئے ہو۔ ایسا کرنا شرعاً درست عمل ہے۔

جواب نمبر۶۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

استنجا کرنا وضو کی صحت کے لئے شرط جواز کا درجہ رکھتا ہے۔ از روئے شرح محمدی استنجا اور وضو میں موالات کا وجدان نہیں پایا گیا ہے لہذا استنجا کرنے کے بعد وضو کرنے میں وقفہ ہو جائے تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ خواہ وقفہ لمبا ہو خواہ مختصر سا ہو تاہم اتنا لمبا وقفہ نہ ہو جو وقت نماز کے فوت ہونے کا باعث بنے۔

جواب نمبر۷۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

سوال مذکور کی صورت اس امر کی واضح عکاسی کرتی ہے کہ گلبدن کا رویہ شندہ گل کے خلاف بہتان تراشی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کی فراہمی کے کسی بھی مومن مسلمان کے لئے اس قسم کا انداز اپنانا قابل مذمت ہے۔ اس قسم کی الزام تراشی وغیرہ کا مقصد عوام کو کسی بے قصور فرد ملت کے خلاف بدظن بنانا ہوا کرتا ہے۔ اہل ایمان کا اس قسم کے رجحان سے کنارہ کش رہنا ضروری ہے۔

امید ہے کہ سوال کنندگان یعنی محترم غلام مہدی تابانی اور محترم محمد یونس طالب علم ان جوابات سے مطمئن ہوں گے

(بقیہ اقوال صوفیائے کرام)

۱۳۔ اہل عقول کی تعلیں توحید سے متعلق انتہا کو پہنچ جائیں تو ان کی انتہا حیرت پر ہوتی ہے۔

۱۴۔ توحید خالص یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق و مالک کے سامنے ایک جسم مردہ کی طرح بے ارادہ ہو۔

۱۵۔ توحید ہی اسلامی تصوف کا محور و مرکز ہے۔

۱۶۔ اغنیاء سے محاسبہ فرمایا جائے گا مگر درویشوں سے عذر لیا جائے گا اور عذر خود بھی مرتبہ میں محاسبہ سے زیادہ ہے۔

۱۷۔ فقر نام ہے تمام توہمات سے دل کا خالی رکھنا۔ فقیر کو چاہیئے کہ اپنی خلوتوں میں ہوشیار رہے۔

۱۸۔ تصوف ایک ایسی صفت ہے کہ بندہ اس صفت کے ساتھ بندہ ٹھہرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ صفت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے یا بندہ کے لئے؟ تو فرمایا کہ بمعنی حقیقی تو صفت ذات الہی ہے لیکن رسماً صفت بندہ کے لئے ہوتی ہے۔

۱۹۔ ہمارے یہاں مجانین کے لئے صحبت نہیں ہے۔ صحبت کے لئے صحت چاہیئے۔

۲۰۔ کفر کی جڑ نفس کی مقصود ہے۔

۲۱۔ ولی وہ ہوتا ہے جس کا خوف نہیں ہوتا۔

۲۲۔ توبہ یہ ہے کہ تائب اپنے گناہ کو بھی بھول جائے۔

۲۳۔ روزہ نصف طریقت ہے۔

۲۴۔ اللہ کی راہ میں تمام خواہشوں مانوس، بسیروں اور بھائی بندوں سے اس طرح کنارہ کش ہو جانا چاہیئے جس طرح ان سے تعلق تھا ہی نہیں۔

۲۵۔ صوفی کا دنیا میں کسی چیز سے تعلق نہیں ہوتا۔ سوائے ان دیکھی دنیا کے اور جب اس کی زبان کھول دی جاتی ہے اور خدا اسے بولنے کی اجازت دیتا ہے تو وہ کلام کرتا ہے۔ ورنہ وہ خاموش ہی رہتا ہے۔

۲۶۔ تصوف کو عام لوگ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لہذا اس علم کو عام لوگوں سے چھپانا ہی بہتر ہے۔

۲۷۔ اللہ تعالیٰ ہی ایک ایسا وجود ہے جس سے لو لگائی جا سکتی ہے۔

۲۸۔ تصوف ایک مسلسل عمل ہے جس میں انسان ہمیشہ

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر

دنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ایچ۔معروفی

خواڑی میں دار العلوم نوربخشیہ کا قیام

آج بروز جمعہ ۲۰ محرم الحرام کو تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک کے زیر اہتمام ضلع گانچھے موضع خواڑی کے نوربخشی عوام کے لیے ایک اسلامی مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا جمعۃ المبارک کی نماز سے قبل ختم القرآن سے مدرسہ کا افتتاح کیا گیا۔ جس کی قیادت تنظیم کے صدر جناب السید حسین شاہ عابدی الموسوی صاحب فرما رہے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد باقاعدہ جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں شرکت کے لیے سکردو، گانچھے، سرمک، پندہ کے مندوبین کے علاوہ خواڑی کے عوام کی کثیر تعداد موجود تھی۔ اس جلسہ کے صدر مفتی اعظم جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب تھے جبکہ مہمان خصوصی کے لئے جناب محمد اقبال صاحب ممبر ناردرن ایریا کونسل تشریف رکھتے تھے۔ دیگر مقررین میں بوا محمد ابراہیم صاحب، محمد یوسف چیرمین بلدیہ خپلو، سید حبیب اللہ وغیرہ شامل تھے۔ مقررین نے معاشرے میں تنظیم کی ضرورت اور عہد حاضر میں اسلامی تعلیم کی افادیت پر خوب روشنی ڈالی۔ اور کہا کہ تنظیم ہذا اس ضمن میں صد داد و آفرین کی مستحق ہے کہ قلیل وسائل کے باوجود تصوف کی شمع ضلع خواڑی تک روشن کر کے نہ صرف اہل خواڑی کے ساتھ احسان کیا بلکہ اسلاف کے دکھائے ہوئے اصولوں پر کاربند کرا کر دین کی صحیح حقیقت اور اہمیت کو اجاگر کیا۔

آخر میں بوا فقیر محمد ابراہیم صاحب کی پر خلوص دعاؤں کے ساتھ اس عالیشان جلسہ کا اختتام ہوا۔ یاد رہے کہ اس مدرسہ کو چلانے کے لئے جناب مولوی محمد باقر کریس کو مدرس مقرر کیا گیا ہے۔

احسان علی دانش
پریس سیکریٹری تنظیم فلاح و بہبود
نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرمک

خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ کی تیسری بار تعمیر و توسیع

مورخہ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۷ بمطابق ۱۰ جون ۱۹۹۶ء بروز سوموار خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ کی تیسری بار تعمیر و توسیع کا آغاز ۱۲ اپریل ۱۹۹۳ء سے ہیڈ ترکھان محمد حسن ولد ابراہیم محاست پا کی زیر نگرانی ہوا تھا تین سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد مئی ۱۹۹۶ء میں تعمیری کام مکمل کرا لیا گیا۔ واضح رہے کہ خانقاہ معلیٰ ہذا کی پہلی تعمیر گیارھویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت میر ابو سعید سعداء کے دور میں ہوئی تھی اور دوسری بار ۱۳۳۰ھ میں تعمیر و توسیع ہوئی تھی۔ خانقاہ معلیٰ صوفیہ نوربخشیہ کے اس عظیم الشان جلسہ کے موقع پر علماء کرام NYF کے کارکنوں اور مدرسہ شاہ ہمدان کے تیس طلباء کے علاوہ ہوشے، کاندے، کھانے، مرضی گوند، بلے گوند، مچلو، ہلدی وغیرہ سے لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ جلسے کی صدارت سید محمد میر واعظ مچلو نے کی۔ مدرسہ شاہ ہمدان کے طالب علم کاچو اختر نے تلاوت کلام پاک سے آغاز کیا۔ اس کے بعد مقررین اور علماء نے اپنی تقریروں میں مساجد اور خانقاہوں کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان کی زینت عمل عبادات اور ریاضات کے ساتھ ہے۔

آخر میں جناب مولانا عارف حسین صاحب مدرس مدرسہ شاہ ہمدان سکردو نے کہا کہ خانقاہ معلیٰ کی تعمیر و توسیع پر ۲۲۲۲۹۷/۳ روپے کی لاگت آئی ہے۔ اس موقع پر جناب سید محمد صاحب نے ترکھانوں اور دیگر تمام کاریگروں کو نوٹوں کے ہار پہنائے اور انعامات تقسیم کئے۔

فضل علی تبسم

تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کا اجلاس

مورخہ ۶ جون ۱۹۹۶ کو تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس کا ایک اجلاس زیر صدارت صدر تنظیم منعقد ہوا اجلاس کی کاروائی حسب ضابطہ تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی جس کے بعد ڈپٹی جنرل سکریٹری نے ایجنڈا پیش کیا۔

اجلاس میں چند تنظیمی و مذہبی امور زیر غور آئے اور بحث کے بعد فیصلہ محفوظ کر لیا گیا۔ اجلاس نے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ تنظیم ہذا کے سابق صدر شکور علی اور ممتاز مذہبی کارکن محمد حسین اور غلام علی فریضہ حج کی ادائیگی سے فارغ ہو چکے ہیں تمام کارکنوں نے اس عظیم فریضے کی ادائیگی پر انہیں مبارکباد پیش کی۔

سکریٹری نشرواشاعت

انجمن تحفظ اہلیان یوچنگ کے سالانہ انتخابات۔

مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۹۶، کو انجمن تحفظ اہلیان یوچنگ کے سالانہ انتخابات ہوئے۔ جس میں مندرجہ ذیل افراد کو منتخب کیا گیا۔

چیئرمین۔ مولانا غلام حسن نیازی
صدر۔ محمد ابراہیم دلدار
نائب صدر۔ عبدالحلیم
جنرل سکریٹری۔ غلام محمد خان
جوائنٹ سکریٹری۔ محمد علی راہی
فنانس سکریٹری۔ محمد بشیر نوازی
رابطہ سکریٹری۔ غلام مہدی
سکریٹری نشرواشاعت۔ احمد علی شاہین
ناظم اجلاس۔ موسیٰ علی جنیدی

احمد علی شاہین

انجمن نوربخشیہ کے کارخانے میں آتش زدگی

مورخہ ۳ جون ۱۹۹۶ کو رات کے دو بجے انجمن صوفیہ نوربخشیہ براہ پائین کے کارخانے کو آگ لگ گئی۔ عوام الناس خصوصاً نوجوانوں نے جان پر کھیل کر آگ بجھانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے آس پاس کے مکان تو بچ گئے لیکن انجمن ہذا کا پورا کارخانہ جس میں آرا مشین، جنریٹر، گری مشین، گھراٹ اور دیگر بہت سارا سامان موجود تھا جل کر راکھ ہو گیا۔

ڈی۔سی گانچھے۔ ایس۔پی، اسسٹنٹ کمشنر اور کونسلر محمد اسماعیل صاحب موقع پر تشریف لائے۔ کونسلر صاحب نے انجمن کو پانچ ہزار روپے نقد امداد دینے کا اعلان کیا۔ آگ لگنے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

نائب صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن

تنظیم فدائیان آل رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس کی نو منتخب کابینہ

تنظیم ہذا کی سال ۱۹۹۶ کے لئے منتخب ہونی والی کابینہ کے ارکان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

محمد علی۔ صدر
محمد عبداللہ۔ نائب صدر
علی محمد۔ جنرل سکریٹری
محمد حسن۔ جوائنٹ سکریٹری
عبدالرحمن۔ خزانچی
فدا حسین زیدی۔ نائب خزانچی
محمد یسین منیر۔ سکریٹری نشرواشاعت
علی موسیٰ۔ نائب سکریٹری نشرواشاعت
علی مراد گوہر۔ رابطہ سکریٹری
محمد حسن۔ ڈپٹی رابطہ سکریٹری

The Monthly NAWA-I-SUFIA Islamabad
Reg. No.B/1-D-97

چہاردہ کلمات قدسیہ صوفیہ
سلسلہ نوربخشیہ مشرب ہمدانیہ

بندہ	--------------------	خدا
ذریت	--------------------	آدم
ملت	--------------------	ابراہیم
امت	--------------------	محمد
دین	--------------------	اسلام
کتاب	--------------------	قرآن
کعبہ	--------------------	قبلہ
متابعت	--------------------	سنت
محب	--------------------	علی
سلسلہ	--------------------	ذہب
مذہب	--------------------	صوفیہ
مشرب	--------------------	ہمدانیہ
روش	--------------------	نوربخشیہ
مرید	--------------------	مرشد

اللھم صل علی محمد و آل محمد